ماہنامہ

نوائے صوفیہ

شمارہ نمبر ۵۹ قیمت بارہ روپے اگست ۲۰۰۰ء

راہِ نوربخشی است راہِ اعتدال
دُور از افراط و تفریطِ جہال



جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ کونیس بلتستان

شاہ سید محمد نوربخشؒ کون تھے؟ ان کا علمی اور روحانی مقام کیا تھا؟

نوربخشیہ ایک سلسلۂ تصوّف ہے یا فقہی مسلک؟

مذہبِ صوفیہ ابتدائے اسلام سے رائج تھا یا بعد کی پیداوار ہے؟

ایران ،کشمیر اور بلتستان میں نوربخشیہ کی تاریخ کیا ہے؟

صوفیہ نوربخشیہ کے عقائد و اعمال کا خلاصہ کیا ہے؟

نوربخشی طریقِ سلوک میں سالک کو کیا کیا احوال و مقامات پیش آتے ہیں؟

شاہ سید محمد نوربخشؒ کی تصانیف دنیا کے کن کن ملکوں میں دستیاب ہیں؟

تحریکِ نوربخشیہ کو اتحاد بین المسلمین کا علمبردار کیوں کہا جاتا ہے؟

ان تمام سوالوں کا جواب معلوم کرنے کے لئے عنقریب پیش کیا جارہا ہے:

بانیٔ نوائے صوفیہ	ڈاکٹر غازی محمد نعیم	کا قارئین نوائے صوفیہ کے لیے پیش بہا تحفہ

میر سید محمد نوربخشؒ اور مسلکِ نوربخشیہ

اس ضخیم کتاب میں جو طویل تحقیق کا نتیجہ ہے اور دنیا بھر میں غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخشؒ کی حیات و تعلیمات پر دستیاب مواد کے مطالعے کے بعد لکھی گئی ہے آپ پڑھیں گے:

۱ - میر سید محمد نوربخشؒ کے سوانحِ حیات

۲ - میر سید محمد نوربخشؒ کی اولاد اور خلفاء کا حال

۳ - ایران کشمیر اور بلتستان میں مسلکِ نوربخشیہ کی مکمل تاریخ

۴ - نوربخشی طریقِ سلوک میں پیش آنے والے احوال و مقامات کی مکمل تشریح

۵ - میر سید محمد نوربخشؒ کی تصانیف کا بھرپور تنقیدی جائزہ اور بلتستان ،انگلستان ، ایران، عرب اور ترکستان میں موجود تمام نسخہ جات کی فہرست

۶ - میر محمد نوربخشؒ کے اعتقادی و فقہی دبستان اور سلسلۃ الذہب کا تفصیلی تعارف

انتظار کیجئے اس کے علاوہ بہت کچھ **انتظار کیجئے**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماھنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۵۹ قیمت بارہ روپے اگست ۲۰۰۰ء

بانی : ڈاکٹر غازی محمد نعیم ' مدیر : علامہ محمد بشیر ' آرٹ ڈیزائنگ : جی ایچ معروفی

خط و کتابت کا پتہ : A-358 سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

الکتاب (گزشتہ سے پیوستہ)

قرآنِ مجید

مولوی عبدالحمید ایم ، اے

ان اللہ لایستحی ان یّضرب مثلاً مّا
بعوضۃً فما فوقھا فامّا الّذین آمنوا
فیعلمون انّہ الحقّ من ربّھم و امّا الّذین
کفروا فیقولون ما ذا اراد اللہ بھذا مثلاً۔
یضلّ بہ کثیراً وّ یھدی بہ کثیراً وّ ما یضلّ
بہ الاّ الفاسقین ٥

الفاظ و معانی :

لایستحی	حیا نہیں فرماتا، نہیں ڈرتا، نہیں رُکتا۔
مثلاً	مثال
بعوضۃ	مچھر
فوقھا	اس سے اوپر یعنی اس سے بھی حقیر، کمتر
فیعلمون	پس وہ جانتے ہیں۔
فیقولون	پس وہ کہتے ہیں۔
ماذا	کیا
اراد	ارادہ کیا۔
یضل	گمراہ کرتا ہے۔
الفاسقین	نافرمانوں

ترجمہ :

بے شک اللہ حیاء نہیں فرماتا یہ کہ مثال بیان کرنے مچھر کی یا اس سے بھی حقیر چیز کی۔ پس جو ایمان والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بے شک وہ مثال حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور جنہوں نے کفر کیا سو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس (حقیر) مثال سے کیا ارادہ کیا ہے؟ گمراہ کرتا ہے اللہ اس (مثال) سے بہت سے لوگوں کو اور بہت لوگوں کو اس (مثال) کے ذریعے ہدایت عطا کرتا ہے اور گمراہ نہیں کرتا اس سے مگر نافرمانوں کو۔

تشریح :

قرآن مجید بنی نوع انسان کے لئے ہدایت بن کر آیا ہے جس میں انسانی ذہانت کے مطابق مختلف امثال بیان کیے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں بڑی بڑی چیزوں کی مثال پیش کی گئی ہے وہاں چھوٹی چھوٹی بظاہر حقیر چیزوں کی مثالیں دے کر بھی بات کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے مکڑی کے گھر کی مثال دی ہے۔ سورہ نمل میں حضرت سلیمان اور چیونٹی کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ سورہ نحل میں شہد کی مکھی کا ذکر ہوا ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ میں بھی کفار و مشرکین اور معترضین کے ایسے ہی سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، پھر اس کلام میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثال کیوں دی گئی ہے؟ اور یہ اللہ کی شان کے خلاف ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ بات کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ مچھر کی مثال اور اس جیسی حقیر چیز کی مثال دینے سے بھی نہیں شرماتا اور کسی حقیقت کو بیان کرنے اور واضح کرنے کے

لئے مکھی، مکڑی، مچھر یا اس سے بھی حقیر تر چیز سے مثال دینا ضروری ہو تو اللہ تعالیٰ کسی کے اعتراض سے ایسی مثال کو ترک نہیں فرماتا۔ سلیم الطبع لوگ تو اس مثال کے مفید ہونے کی وجہ سے اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور جن کی نیتیں صاف نہ ہوں، وہ اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ عجیب خدا کا کلام ہے جس میں مکڑی اور مچھروں کا ذکر ہے۔

(جمالیاتی اعتبار سے یہ اسلوب قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا اہم ثبوت ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ کسی شاعر کا کلام ہوتا جیسا کہ کفار مکہ ایسا گمان ظاہر کرتے تو کہنے یا لکھنے والے کا تمام تر زور خوبصورت مثالوں اور پر شوکت الفاظ و تراکیب کے استعمال پر ہوتا تاکہ ان چیزوں سے سامع اور قاری کو متاثر کیا جا سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حضور کیت اور مقدار چنداں اہمیت نہیں رکھتے۔ مثلاً ایک پہاڑ کی مثال لیجئے کہ وہ محض اپنی کیت کے باعث ایک مکھی یا مچھر سے عظیم تر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بے جان ہے اور حیات جیسے عظیم جوہر سے محروم ہے۔ اسی طرح خود انسان جو خلیفۃ اللہ فی الارض ہے جسم کے اعتبار سے نہ صرف بے جان اشیاء سے بلکہ بعض ذی روح مثلاً ہاتھی اور اونٹ سے بھی کمتر ہے مگر عقل و وجدان کی قویٰ سے مالامال ہونے کے باعث کل کائنات میں اہم ترین حیثیت کا حامل ہے۔ خداوند کریم جو خالق حیات و کائنات ہے اس کی نظر ہر اعلیٰ اور ادنیٰ چیز پر ہے اور وہ ہر مخلوق کو اہمیت دیتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے۔ نیز حقائق کے بیان کے لئے اسے کلام کی نزاکتوں اور تشبیہات و استعارات کی باریکیوں کا خیال رکھنے کی ضرورت نہیں۔ خالق کی بات میں قدرتی طور پر ایسی اثر آفرینی موجود ہے کہ وہ سامعتوں کو اپنی جانب متوجہ کر سکے اور یہی قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا ناقابل تردید جمالیاتی ثبوت ہے۔ (مدیر))

مسئلہ تقدیر:

یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا اللہ تعالیٰ ان مثالوں کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت عطا کرتا ہے۔

اس آیت میں گمراہی اور ہدایت دونوں کی نسبت اللہ کی طرف سے کی گئی ہے جس سے ایک سطحی سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود کسی کو گمراہ کرے تو مکلف بے قصور ٹھہرتا ہے کیونکہ فاعل مختار تو خود اللہ کی ذات ہے۔ اس مسئلے کو شاہ سید محمد نوربخشؒ نے 'اصول اعتقادیہ' میں بہت خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ آپ نے مسئلہ تقدیر کو یوں بیان فرمایا ہے۔

و یجب ان تعتقد ان التقدیرات الازلیة محیطة من اسماء فعلیها ....

ترجمہ: اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ازل کی تقدیرات کائنات کی جملہ کلیات اور جزئیات کے گزشتہ اور آئندہ امور پر محیط ہیں۔ بایں طور اگر کسی درخت کا کوئی پتہ گر جائے تو اس کا گر جانا بڑی شان والے اللہ پاک کی تقدیر ہی کے مطابق ہوتا ہے۔ جو کوئی اس واضح طور پر ثابت شدہ بات کے بارے میں شک و شبہ کا شکار ہو اس پر لازم ہے کہ وہ علم نجوم سیکھ لے تاکہ احکامِ موالید کے تجربے سے وہ یقینی طور پر یہ جان جائے کہ وہ چھوٹے بڑے ہر ہر امر کے شمول تقدیر کا پورا پورا یقین پیدا کرتا ہے۔ اس لئے کہ علم نجوم میں زبردست مہارت رکھنے والا کامل حکیم نوزائیدہ بچے کے درجہ طالع اور لمحہ مخصوص کو تاڑ کر اس پر یہ حکم لگا سکتا ہے کہ وہ عالم ہو گا یا جاہل، نیکوکار ہو گا یا فاسق، تونگر ہو گا یا تنگدست، ہو نیک چلن ہو گا یا شر پسند، حاکم ہو گا یا محکوم، با عزت ہو گا یا ذلیل، لمبی عمر والا ہو گا یا کم عمر، کنجوس ہو گا یا سخی، نیک بخت ہو گا یا بدبخت۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والشمس تجری لمستقرلها ذالک تقدیر العزیز العلیم

"سورج اپنے مقررہ محور پر گردش کرتا ہے۔ یہ جاننے والے زبردست خداوند کریم کی تقدیر ہے۔" نیز ارشاد الٰہی ہے۔

یدبر الارض من السماء الی الارض

"اللہ پاک آسمان سے زمین تک اور کائنات کی تدبیر کرتا ہے۔"

نسبتِ خیر وشر :

غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش ؒ کتاب الاعتقادیہ میں فرماتے ہیں۔

"جو شخص برائیوں کو اپنی ذات سے منسوب کرتا ہے اس نے ادب کے پہلو کو مدنظر رکھا ہے۔ وہ اس لحاظ سے حق گو ہے بشرطیکہ وہ اپنی جہالت میں حدود کو پھلانگنے والا تعصب کا شکار اور واقع کے مطابق واضح شدہ بات کہنے والے کو کفر کی طرف منسوب کرنے والا نہ ہو۔ چنانچہ کوئی کہتا ہے کہ خیر وشر دونوں بندے کی اپنی طرف سے ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ دونوں اللہ کی طرف سے بھی ہیں اور بندے کی طرف سے بھی۔ اس بیان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سب لفظی اختلافات ہیں۔

اس کی مثال یوں ہے کہ انسان گھاس پھوس اور درختوں سے ڈھکے ہوئے باغ کی مانند ہے اور اللہ کی طرف سے جو کچھ انسان کو فیض پہنچتا ہے وہ اس باغ میں بہنے والی نہر کی مانند ہے۔ یہاں پر کوئی شخص کہے کہ میوہ جات کا میٹھا ہونا اور کڑوا ہونا پانی کی تاثیر کی وجہ سے ہے تو یہ بات سچ ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ پانی تو ایک ہی ذائقے کا حامل ہے اور میوہ جات مٹھاس، کڑواہٹ اور کھٹاس کے حامل ہوتے ہیں یہ متضاد اوصاف پانی میں موجود نہیں ہوتے۔ پانی متضاد اوصاف سے پاک ہے اور یہ اوصاف درختوں کے اختلاف طبائع سے پیدا ہونے اثرات ہیں تو یہ بات بھی سچ ہے۔

اگر کوئی کہے کہ درخت ہی موجود نہ ہوں اور پانی وادی میں بہہ جائے تو اس صورت میں بھی مٹھاس اور کھٹاس نام کی کوئی چیز آپ نہیں پا سکتے۔ پس ہمیں اس بات سے خوب پہچان ہو گئی ہے کہ یہ اوصاف دونوں کی طرف سے ہیں تو یہ سچ ہے۔ حق بات کہہ دی اگرچہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔"

قرآن پاک میں یہ تمام صورتیں آچکی ہیں۔ ایک مقام پر ارشاد باری ہے۔

ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرھا ان ذالک علی اللہ یسیر

"زمین کو اور تمہارے نفسوں کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر یہ کہ لوح محفوظ میں مرقوم ہے قبل اس کے کہ ہم اس مصیبت کو وجود پذیر کریں۔ بے شک یہ اللہ کے لئے بڑا آسان کام ہے۔" نیز فرمان باری تعالیٰ ہے۔

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولینا

"اے رسول لوگوں سے فرما دیجئے کہ ہم کو ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی مگر وہ چیز پہنچ سکتی ہے جس کو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھا ہے وہ ہمارا کارساز ہے۔" ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ

"اور یہ کہ انسان کو صرف وہی چیز میسر آسکتی ہے جس کے لئے وہ کوشش کرے۔"

نیز ارشادِ خداوندی ہے۔

من عمل صالحاً فلنفسه و من اساء فعلیها

"جو شخص نیکی کرے اس کا فائدہ خود اس کو پہنچتا ہے اور جو کوئی برائی کرے اس کا وبال بھی خود اس کی ذات کو پہنچتا ہے۔"

آیت مذکورہ کے آخر میں اللہ رب العزت نے بھی وما یضل بہ الا الفاسقین (بقیہ صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو العرفان علامہ محمد بشیر فاضل عربی

وفی الرّکعات الباقیة لا یلزم ان تقرأ مع الفاتحة شیئاً آخر و یجوز فی الصّحّة والقدرة و سعة الوقت ان یقول بدل الفاتحة سبحان اللہ و الحمد للہ و لآ الہ الاّ اللہ واللہ اکبر مرّةً او مرارًا و یجب ان تجھر بالقرآءة فی الصّبح ولاولیین من المغرب والعشآء* الأخرة للرّجال فی الامامة والوحدة وفی الوحدة وفی البواقی الاسرار وللمرأة لا یجوز الجھر الاّ اذا امّت

ترجمہ:

باقی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کسی اور چیز کا پڑھنا لازم نہیں ہے۔ تندرستی، طاقت اور فراخیِ وقت کی صورت میں بھی سورۂ فاتحہ کے بجائے ایک مرتبہ یا کئی مرتبہ "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" کا پڑھنا جائز ہے۔ مردوں کے حق میں امامت کرنے اور اکیلے اکیلے نماز پڑھنے، دونوں صورتوں میں فرضِ صبح کی دونوں رکعتوں میں نیز مغرب اور عشا کی پہلی دونوں رکعتوں میں قدرے اونچی آواز میں قراءت کا بجالانا واجب ہے اور دیگر رکعتوں میں قراءت کو آہستہ آہستہ بجالانا واجب ہے۔ امامت کرنے کے سوا عورت کے حق میں قراءت کو قدرے اونچی آواز میں بجالانا جائز ہے۔

وضاحت:

قراءتِ نماز کا بیان چل رہا ہے۔ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ فرضِ صبح کی دونوں میں اور باقی فرض نمازوں کی پہلی دو دو رکعتوں میں قراءت ہی سے تعلق رکھنے والی چند اور چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جن کا اجمالی خاکہ یوں ہے۔

ا۔ صرف سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرنا۔

۲۔ فاتحہ کا نعم البدل۔

۳۔ اونچی آواز صرف مردوں کے حق میں۔

۴۔ عدمِ جہر کا وجوب۔

تفصیلِ وضاحت:

ا۔ "صرف سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرنا" کا مطلب یہ ہے کہ فرضِ ظہر اور فرضِ عصر کی آخری دونوں دونوں رکعتوں میں، فرضِ مغرب اور فرضِ عشاء کی آخری دونوں رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ کے پڑھنے پر اکتفا کرنا ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ کے ساتھ کسی اور سورت یا دعا کا ملانا شرعاً روا نہیں رکھا گیا ہے۔

۲۔ "فاتحہ کا نعم البدل" کا مطلب یہ ہے کہ نماز گزار کے لئے شرعاً یوں بھی روا رکھا گیا ہے کہ وہ جسمانی لحاظ سے تندرست ہونے کے باوجود، قراءت بجالانے کی قدرت رکھنے کے باوجود اور وقتِ نماز کی فراخی کے باوجود سورۂ فاتحہ کے بجائے "سبحان اللہ والحمد للہ ولآ الہ الاّ اللہ واللہ اکبر" کے پڑھنے پر بھی اکتفا کرے۔ یہی گویا سورۂ فاتحہ کا نعم البدل قرار پاتا

ب۔ خواہ ایک بار ہو یا کئی بار۔

۳۔ "اونچی آواز صرف مردوں کے حق میں" کا مطلب یہ ہے کہ مرد نماز گزار حضرات کے لئے شرعاً واجب ہے کہ وہ فرضِ صبح کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کی پہلی دونوں دونوں رکعتوں میں قراءت کو قدرے اونچی آواز میں بجالائے، یعنی جہر کرنا ضروری ہے۔ جہر کرنے کی کم از کم صورت یہ ہے کہ نماز گزار کے دائیں بائیں موجود دوسرے نماز گزار اس کی آواز سن لیتے ہوں۔ اتنی زیادہ بلند آواز بھی نہ نکالے جس سے دیگر نماز گزاروں کو معنوی تکلیف پہنچتی ہو۔ بلکہ وہ حدِ اعتدال کو ملحوظ رکھے۔ عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ مرد نماز گزار انفرادی طور پر نماز پڑھتے ہوئے فرضِ صبح، فرضِ مغرب اور فرضِ عشاء میں قراءت کی بجاآوری قدرے اونچی آواز میں نہیں کرتے۔ یہ بہت بڑی کوتاہی ہے کیونکہ اس کوتاہی سے نماز جیسی عظیم عبادت کے ایک واجب حکم کا ترک لازم آتا ہے۔ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کو سراً پڑھنا واجب ہے۔ خوب آگاہ رہے کہ اگر نماز گزار جان بوجھ کر جہراً کو سراً کو جہراً بنادے تو اس کی نماز شرعاً عدم سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ اگر ایسی صورت حال بھول کر پیش آجائے تو شرعاً سہو کے دو سجدے واجب ہو جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل اپنی جگہ ان شاء اللہ آئے گی۔

۴۔ "عدم جہر کا وجوب" کا مطلب یہ ہے کہ نماز گزار خواتین کے لئے جملہ فرض نمازوں کی بجاآوری کے دوران قراءت کو سراً ہی بجالانا واجب ہے۔ ان کے لئے جہراً قراءت شرعاً ناروا ٹھہرتی ہے۔ ہاں اگر خواتین اجتماعی ادائیگی کرتی ہوں تو ان کے لئے امامت کرنے والی خاتون جہری نمازوں کی قراءت جہراً بجالائے گی۔ پس انفرادی ادائیگی کی صورت میں بلحاظ قراءت جملہ فرض نمازوں میں خواتین کا حکم اور ظہرین کی نمازوں میں مردوں کا حکم شرعاً یکساں ٹھہرتے ہیں۔ یعنی سراً قراءت کا وجوب۔ خواتین کے حق میں قراءت نماز کے عدم جہر کے وجوب سے شرعاً بعض دیگر احکام مستنبط ہوتے ہیں وہ ضرورت کے موقع پر ان شاء اللہ عیاں ہوں گے۔......(جاری ہے)

بقیہ : قرآن مجید

"اللہ نافرمانوں کو ہی گمراہ کرتا ہے" فرما کر یہ بات واضح کر دی کہ حقیقت میں گمراہی کا سبب ان کی اپنی نافرمانی اور سرکشی ہے نہ کہ اللہ کی ذات۔ چونکہ اللہ کے علم میں ماکان اور مایکون دونوں کا علم ہے اس لئے اس گمراہی کے وجود پذیر ہونے سے پہلے اس کا اظہار فرمایا۔☆

مضمون نگاروں سے خصوصی گزارش

نوائے صوفیہ کے تحقیقی معیار میں اضافے کی خاطر فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ تمام مضامین اور مقالہ جات کے ساتھ تمام متعلقہ حوالہ جات اور حواشی کو بھی شائع کیا جائے۔ چنانچہ جس کتاب کا بھی حوالہ نقل کیا جائے اس کا نام اور صفحہ نمبر مضمون کے ہر متعلقہ مقام پر بریکٹس میں درج ہونا لازمی ہوگا۔ نیز مضمون کے اختتام پر ماخذ اور مصادر کتب کی فہرست الگ سے دی جائے گی جس میں کتاب کا نام، مصنف یا مترجم کا نام، محل اشاعت اور سن اشاعت درج ہوں گے۔ اہل علم حضرات سے اس التزام کی اپیل ہے ☆

اصولِ فقہ

صوفیہ نوربخشیہ کے فقہی ماخذ

شیخ محمد محسن اشراقی

ارشادباری تعالیٰ ہے :

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا(المائدہ ۳)

"آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردیں اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا۔"

دینِ اسلام کی تعلیمات کے مطالعہ سے انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ دین صرف چند عقائد اور رسومات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک کامل اور ہمہ گیر نظامِ حیات ہے اور اس میں جملہ انس و جن کی سعادت کے تمام قوانین واحکامات موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر دونوں جہانوں میں کامیابی اور سرخروی حاصل کی جاسکتی ہے۔یادرہے کہ دین اسلام کے علاوہ انسانوں کا بنایا ہوا کوئی بھی متبادل نظام خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہے چنانچہ ارشادباری ہے:

و من یبتغی غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین ٥ (آلِ عمران ۸۵)

"جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے تو پھر اس سے (وہ دین) ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔"

چونکہ دوسرے ادیان ضامنِ سعادتِ بشر نہیں ہیں اس لئے حق تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول بھی نہیں ہیں۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے اور کمیونزم یا سوشلزم ہماری معیشت اور سیاست وہ غلط فہمی کا شکار ہیں وہ اسلام کو صدقِ دل سے ایک کامل نظام نہیں مانتے حقیقت یہ ہے کہ اہل اسلام کے لئے دین عین سیاست ہے اور سیاست عین دین ہے۔ جیسا کہ میر سید محمد نوربخش نوراللہ مرقدہ نے اپنی تصنیف انسان نامہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے اور حصول سلطنت ظاہری کو انبیاء واولیاء کی سنت قرار دیا ہے۔

پس دین اسلام عبادات ،سیاست ،معاملات ،اخلاقیات ،معاشیات غرض روزمرہ زندگی کے تمام نظاموں کو محیط ہونے کے علاوہ علم الکلام اور مابعد الطبیعیات کے مسائل غرض حیات وکائنات کے تمام مسائل کا احاطہ کرتا ہے۔اور کوئی رطب ویابس ایسا نہیں جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔

لیکن اسلام کی خارجی ہیئت سے عام طور پر اس کے مختلف فرقوں کی ظاہری ہیئت ہی مراد لی جاتی ہے جو کل حزب بما لدیھم فرحون ٥ کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن ان اسلامی فرقوں میں سے کسی ایک فرقے کی تعلیمات کا اسلام کے حقیقی معارف کے ساتھ نسبت تباین ہو تو وہ فرق باطل محض ہوگا جبکہ وہی مسلک برحق ہوگا جس کی جملہ تعلیمات اصولاً و فروعاً اسلام کے حقیقی معارف کے ساتھ نسبت تساوی رکھتی ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس فرقے کی جملہ تعلیمات نوعِ بشر کی سعادتِ دارین کی موجب ہوں۔

اس مقصد کے حصول کے لئے ہر مسلک نے حتی

المقدور اپنی تعلیمات کو تعلیماتِ اسلامی کا آئینہ دار بنانے اور مسائل اصول و فروع کو حل کرنے کے لئے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت اور شیعہ امامیہ کے علمائے کرام نے اصولی اور فروعی مسائل کے حل اور معارف دین تک رسائی کے لئے مختلف منابع اور ماخذ اختیار کر رکھے ہیں اور یہ منابع و ماخذ کم و بیش جملہ فرقِ اسلامی میں مشترک ہیں۔ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے بزرگان بھی جو اس پاک مسلک کو شریعتِ محمدیہ کما کان فی زمانہ قرار دیتے ہیں اپنی تعلیمات کے مخصوص ماخذ اور مصادر رکھتے ہیں اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ الفقہ الاحوط کے جملہ مسائل قرآن و سنت سے ماخوذ ہیں کیونکہ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ بصورت دیگر اسلام کے ساتھ ہماری نسبت نسبت تباین ہو گی۔ جب ہم اپنے بزرگان دین کی تصانیف کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگان خصوصاً حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ کی جملہ تعلیمات آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ سے مملو ہیں اور ہر حکم فقہی و اخلاقی و عرفانی کا استدلال قرآن اور حدیث ہی سے کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں بزرگان نوربخشیہ کی جملہ تعلیماتِ اصولی و فروعی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تعلیمات کے مندرجہ ذیل مصادر ہیں:

۱۔ قرآن مجید

۲۔ سنتِ نبویؐ

۳۔ کشف و شہود

۴۔ اجماعِ کل امت

۵۔ عقل یا قیاس

قرآن مجید:

قرآن مجید امتِ مسلمہ کا متفقہ منبع و ماخذ احکام دین ہے۔ اسی لئے جناب شاہ سید علیہ الرحمہ نے فقہ احوط اور اصول اعتقادیہ کے اکثر مباحث میں نصوص قرآنی سے استناد کیا ہے اور احکاماتِ شرعی کا اخذ و استنباط فرمایا ہے۔

مثلاً بابِ طہارت کے شروع میں یہ آیت موجود ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق و امسحوا برء وسکم و ارجلکم الی الکعبین ۝ (مائدہ ٦)

باب الصلوٰۃ کے شروع میں یہ آیت کریمہ ہے:

حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ (البقرہ ۲۳۸)

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً (النساء ۱۰۳)

باب الصوم میں آیا ہے:

یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ۱۸۳)

باب الزکوٰۃ کے شروع میں ہے:

و اقیموا الصلوٰۃ و اتو الزکواۃ وارکعوا مع الراکعین (البقرہ ۴۳)

باب الفرائض کے شروع میں یہ آیت کریمہ ہے:

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (النساء ۱۱)

اسی طرح فقہ الاحوط کے دیگر ابواب کے شروع میں بھی آیاتِ متعددہ کا بیان ہوا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید جملہ امتِ مسلمہ کا متفقہ منبع احکام ہے اور صوفیہ نوربخشیہ کی فقہی تعلیمات کا بھی اہم ترین ماخذ ہے۔ ....(جاری ہے)

سیرت و سوانحِ ائمہ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد ابراہیم فیضی فاضل عربی ۔ ایم اے ۔ بی ایڈ

سیرتِ ائمہ کے موضوع پر ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جس کی ابتداء امام الانبیاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک سے کی جارہی ہے۔ حضور اکرمؐ کی سیرتِ طیبہ پر اب تک ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کتابیں مختلف علاقوں، خطوں اور زبانوں میں مختلف انداز میں لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں تاہم اس موضوع کا کوئی احاطہ نہیں کر سکا بلکہ ہر مصنف اور مؤلف کتاب کے آخر میں یہ اعتراف کرتا ہے کہ ۔

دفتر تمام گشت و بہ پایان رسید عمر
ما همچنان در اولِ وصفِ تو مانده ایم

لہذا ہم ان چند قسطوں پر مشتمل مضمون میں آپ کی سیرتِ پاک کو مفصل طور پر بیان نہیں کر سکتے تاہم اہم اور چیدہ واقعات بیان کر کے اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہوں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے قبل جزیرۃ العرب کی معاشرت کا نقشہ بھیانک تھا۔ ہر طرف ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ رشد و ہدایت کا سایہ تک بھی نظر نہ آتا تھا۔ کون سی برائی تھی جو اہلِ عرب میں نہ تھی۔ خانہ بدوش طبیعت اور جاہلانہ مزاج کے مالک تو وہ تھے ہی، اس کے ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی عرصۂ دراز سے منقطع تھا۔ قرآن کریم کی وضاحت یوں ہے کہ

ثم طال علیهم الامد فقست قلوبهم

"ان پر عرصہ لمبا ہوا اور ان کے دل سخت ہو گئے۔"

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی پیغمبر جزیرہ نما عرب میں نہیں آیا۔ جتنے نبی تشریف لاتے رہے وہ سب بنو اسرائیل میں آتے رہے جبکہ بنو اسماعیل میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نبوت کا سلسلہ بند رہا۔ چنانچہ اہلِ عرب میں برائی سے روکنے والا اور اچھائی کی ہدایت کرنے والا کوئی بندہ بشر نہیں ہوا چنانچہ مشرکانہ اعمال، بت پرستی اور بدعات کا رواج پانا فطری بات تھی۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا باعثِ فخر و مباہات سمجھا جاتا تھا۔ انسانیت کا احترام مفقود تھا۔ بہن بھائی کا تعلق عنقا تھا۔ ماں باپ کی عزت ناپید تھی۔ چوری ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ یکایک اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور رحمۃ اللعالمین کو اہلِ عرب کی طرف مبعوث فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جزیرہ نمائے عرب میں پیدا فرمانے کے لئے قبیلہ جرہم کے ذریعہ بنو اسماعیل کو خانہ کعبہ کے ارد گرد آباد فرمایا اور بالآخر اسی بیت کے ایک مجاور حضرت عبدالمطلب کے خاندان کا انتخاب ہوا۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری نے تحقیق کے بعد ایک واقعہ یوں لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کے ساتھ مل کر حرم شریف میں کنواں کھودا۔ عبدالمطلب کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ حرم شریف کے صحن میں کنواں کھودا جائے تو پانی نکل آئے گا جو حجاج کے پینے کے کام آئے گا۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کی مدد سے کنواں کھودتے گئے۔ قریش

والوں نے مذاق اڑایا کہ عبدالمطلب کا دماغ چل گیا ہے۔ کنواں کا کچھ حصہ کھودا گیا تو سونے کے ہتھیار نکلے۔ قریش والوں نے حصہ دار ہونے کا دعویٰ کیا کہ چونکہ دفینہ ایک قریشی کی کوشش سے نکلا ہے اس لئے ہمیں بھی اس کا حصہ ملنا چاہیئے۔ عبدالمطلب نے فرمایا کہ ہتھیار نہ قریش کو دیئے جائیں گے اور نہ میرا کوئی غرض ہے۔ جو اللہ کے گھر سے نکلا ہے اسے اللہ کے گھر میں ہی لٹکایا جائے گا۔ چنانچہ سارا ہتھیار خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکایا گیا۔ رات کو قریش والے آکر کہنے لگے کہ اللہ کا یہ بندہ مزید کنواں کھودنے میں مصروف ہو گیا ہے حالانکہ جو ملنا تھا وہ مل گیا مزید کھودنا بے وقوفی ہے۔ حتیٰ کہ ان کی بیوی نے بھی مشورہ دیا کہ مزید نہ کھودا جائے لیکن عبدالمطلب نہ مانے۔ کھودنے میں مصروف تھے کہ پانی کا فوارہ نکل آیا۔ آپ نے کہا کہ میری منزل یہی تھی۔ قریش والے پھر دوڑے کہ ہمارے قریشی بھائی نے پانی نکالا ہے ہم بھی اس میں حصہ دار ہیں۔ آپ نے پانی کا کنواں فی سبیل اللہ وقف کیا اور یہ نیت کرلی کہ اگر اللہ نے مجھے بارہ بیٹے دیئے تو میں ایک بیٹا اللہ کی راہ میں بطورِ شکرانہ قربان کروں گا۔ وقت گزرتا گیا ۔ حضرت عبدالمطلب کے بارہ بیٹے بیک وقت موجود تھے حتیٰ کہ آخری بیٹا حضرت عبداللہ بھی حد بلوغ کو پہنچ گیا تھا۔ ایک دن عبدالمطلب نے تمام بیٹوں کو جن میں ابو طالب ، ابو لہب ، زبیر وغیرہ شامل تھے ، جمع کیا اور اپنی نذر کے بارے میں آگاہ کیا، ساتھ ہی ان کی رائے بھی معلوم کی۔ تمام بیٹوں نے کہا کہ ابا حضور آپ جس کو چاہیں قربان کریں ہمیں منظور ہے۔ کسی کی دل آزاری سے بچنے کے لئے حضرت عبدالمطلب نے بارہ بیٹوں میں

اب عبدالمطلب کے لئے یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ اس بیٹے کا
جس کو وہ سب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ ادھر نذر کی بار
جس کو ٹالا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یہ جب یہ بات مشہور ہ
متولی کعبہ عبدالمطلب اس مسئلے میں الجھا ہوا ہے کہ تو ایک
نے آکر حالات معلوم کر لئے اور عبدالمطلب کو مشورہ دیا
اپنے بیٹے کو ایک طرف رکھیں اور دوسری طرف ایک
رکھیں اور قرعہ لگائیں جس کا نام آئے اس کو قربان کر
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تب بھی حضرت عبداللہ کا
عبدالمطلب مزید ایک ایک اونٹ کا اضافہ کرتے گئے
عبداللہ کا آتا گیا حتیٰ کہ دوسری طرف سو اونٹ ہو گئے
کے نام قرعہ نکلا اور حضرت عبدالمطلب نے خوشی سو اونٹ
کئے اور اپنے بیٹے عبداللہ کو بچا لیا۔ اس سے عرب میں
مشہور ہو گئی کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے پر سو اونٹ قربا
ان سے اپنی غیر معمولی محبت کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت
کے نام کا چرچا عام ہو گیا۔ حسین و جمیل تو آپ تھے اس
حسن و جمال کے ساتھ قدر و قیمت میں بھی اضافہ کیا۔
سے پیش کشیں ہونے لگیں اور نکاح کے پیغام آنے لگے
عبدالمطلب نے فیصلہ کیا کہ اس بیٹے کا نکاح اس لڑکی کے
دیا جائے گا جس نے تجویز و مشورہ دے کر اس حسن و ج
پیکر کی جان بچائی ہے چنانچہ عبداللہ کا نکاح اس لڑکی
انجام پایا جس کا نام حضرت آمنہ بنت وھب تھا۔ اس
نتیجہ میں وہ درِّ یتیم پیدا ہوئے جس نے دنیا میں آنکھ کھو
عبداللہ داغِ مفارقت دے چکے تھے۔ یعنی وہ درِّ یتیم رح

والد ماجد کی عبدالمطلب اور اہلِ قریش کے نزدیک کیا اہمیت تھی دوسری بات آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی کیا ذہانت تھی۔ اس نجیب الطرفین کی جس کے والدین حسن و خوبی کے پیکر تھے حسان بن ثابت یوں تعریف کرتے ہیں۔

ما احسن منک لم تر قط عینی
ما اجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبراء من کل عیب
کانما قد خلقت کما تشاء

"آپ جیسا حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ جیسے جمیل کو کسی ماں نے نہیں جنا۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے گویا کہ آپ کی تخلیق آپ کی چاہت اور مرضی کے مطابق ہوئی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروز پیر بوقت صبح عام مؤرخین کے مطابق نو ربیع الاول کو اور ابن خلدون کے مطابق ۱۲ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ حضرت آمنہ کی روایت ہے کہ وقتِ ولادت ایک روشنی نمودار ہوئی جس میں شام کے محلات دیکھ سکتی تھی۔ آپ کی پیدائش پر دریائے ساوی خشک ہو گیا۔ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا۔ کسریٰ کے محل میں چودہ کنگرے سرنگوں ہو گئے اور یوں دنیائے انسانیت کا نجات دہندہ تشریف لایا۔ اللھم صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ

(جاری ہے)

بقیہ: ایک تحریف کی نشاندھی

مذکورہ عبارت سے واضح ہوا کہ استحاضہ والی کو کوئی اعمال بجالانے سے نہیں روکا گیا ہے اور نماز پڑھنا واجب ہے۔ پس اس طرح نیت کرنا کہ اغتسل لرفع الحدث الاستحاضة واستباحة الصلوٰة لوجوبه قربة الی الله عبث ہے کیونکہ مستحاضہ پہلے سے نماز پڑھ رہی ہے پھر استباحة الصلوٰة کی نیت کرنا تحصیل حاصل ہے۔ مذکورہ صورت الفقہ الاحوط ترجمہ اردو کے تینوں ایڈیشنوں میں بھی برقرار ہے۔ پھر دعوات صوفیہ اردو میں بھی مذکورہ صورت والی نیت لکھی گئی ہے۔ پھر دیکھا دیکھی جس کسی نے کوئی قاعدہ یا کتابچہ لکھا اس نے بلا تحقیق مذکورہ صورت کی نقالی کی ہے۔ جبکہ معتبر قلمی نسخوں کے مطابق موجبات غسل صرف چار ہیں۔ استحاضہ کا غسل واجب اغسال میں سے نہیں ہے اور اس کو پانچواں واجب غسل قرار دینا غلط ہے۔ مستحاضہ استحاضہ سے فارغ ہونے کے بعد غسل کرے تو یہ صفائی کے طور پر ہوگا مگر اس کی وجوبیت کا ثبوت الفقہ الاحوط سے نہیں ملتا۔

راقم نے الفقہ الاحوط کے تمام معتبر قلمی نسخوں کی روشنی میں اس غلطی کی نشاندھی کی ہے اس لئے ہر اہلِ علم سے گزارش ہے کہ وہ خود بھی مطالعہ کر کے اس مسئلہ کی درست صورت کو سمجھے اور سمجھائے اور اسلاف کی کتابوں میں کسی لفظ کی بیشی کی گستاخانہ روش کو اپنانے سے احتراز کرے اور ذاتی آراء کو بزرگوں کے ملفوظات میں خلط ملط کر کے مسائل کو مشتبہ بنانے سے گریز کرے۔ ☆

بقیہ: احیائے تصوف کی ضرورت

تاکہ اہلِ کشف و شہود ایک بار پھر دورِ نو کی امامت کا منصب سنبھال لیں۔ اس سلسلے میں کم از کم مولائے متقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر امام مہدی علیہ السلام تک اور حضرت معروف کرخیؒ سے لے کر میر نجم الدین ثاقبؒ تک تمام بزرگانِ سلسلۃ الذہب کے عطا کردہ علمی ورثے کی نشر و اشاعت کو یقینی بنانا ضروری ہے۔ ان کی تعلیمات کو درسی کتابوں میں شامل کر کے مدرسوں میں پڑھانے کے علاوہ گھ[illegible] ہے۔

روح اور روحانیت (گزشتہ سے پیوستہ)

عرفانِ حق

مولانا شکور علی انور فاضل عربی۔ بی اے

نفس اور اس کے متعلقات کی پہچان رب تعالیٰ کی پہچان کی بنیاد ہے نیز عرفان حق دراصل تصوف و روحانیات کی منزل مقصود ہے اور اسی پر مقادیر فطرت بھی موقوف ہے اور حیاتِ انسی و جنسی بھی۔

اہل دانش و بینش کے سامنے یہ حقیقت مبینہ طور پر واضح ہے کہ حق تعالیٰ کی پہچان سے ہی انسانی کمالات تشکیل پاتے ہیں اور روحانی ترقی کی پرکار اسی نقطہ کے گرد گھومتی ہے۔ اسی لئے علماء عرفان و تصوف نے اس بات کا عندیہ دیا ہے کہ وہی لوگ راہ پاتے ہیں جن کو خداتعالیٰ کی صحیح پہچان حاصل ہو جائے۔ معرفتِ حق کے ذرائع و اسباب کے مسئلہ میں اختلاف ضرور ہے لیکن معرفتِ ربی کو تخلیقِ انسانی کا سبب ٹھہرانے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ خود کلام الٰہی میں اس کا اظہار یوں ہوا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات ۵۶)

"ہم نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔"

بعض مفسرین نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون سے کی ہے۔ چنانچہ شرح گلشن راز میں شیخ شمس الدین اسیری لاہیجیؒ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے یہی تفسیر نقل فرمائی ہے۔

(شرح گلشن راز (اردو ترجمہ) ص ۸)

اس سے معلوم ہوا کہ تمام عبادات کی بنیاد خدا کی معرفت اور آشنائی پر ہے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لو عرفتم اللہ حق معرفتہ لمشیتم علی البحور و اذالت بدعائکم الجبال

"اگر تم خدا کی ذات کو اس طرح جانو جس طرح اس کا حق ہے تو تم پانی پر چل سکتے ہو اور پہاڑ تمہارے ایما پر اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں۔"

انبیاء کرام اور اولیاء عظام جب سراپا صفاتِ خداوندی کے حامل ہوتے ہیں تو وہ اسے پہچانتے ہی نہیں بلکہ اسے دیکھ بھی سکتے ہیں اور پھر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ جیسا کہ سید الاوصیاء سند الاولیاء حضرت علی علیہ السلام نے خود اپنی حالت کے بارے میں فرمایا ہے کہ۔

رأیت اللہ معرفتہ' فعبدتہ' واللہ لم اعبد ربا لم اره

(کتاب الاعتقادیہ ص ۳۸)

"میں نے اللہ کو دیکھا پھر اسے خوب پہچانا اور اس کی عبادت کی۔ قسم خدا کی میں نے اس رب کی عبادت نہیں کی جس کو میں نے نہیں دیکھا۔"

چنانچہ رب تعالیٰ نے عالم لوگوں کے حق میں ارشاد فرمایا ہے کہ

وما قدروا اللہ حق قدرہ (الانعام ۹۱)

"اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا کہ اسے کو پہچاننے کا حق تھا۔"

تو یہ صرف انبیاء اور اولیاء سے ہی ممکن ہے کہ اس حق کو پورا کریں، اور اپنے رب کی خوب پہچان حاصل کریں اور اس کی پرستش کا بھی حق ادا کریں۔ تمام اہلِ عرفان و تصوف جو اہل اللہ ہوتے ہیں اور مقامِ عبدیت وولایت سے آشنا ہوتے ہیں وہ بھی اس حکم میں شامل ہیں۔ چنانچہ سید علی ہجویری لکھتے ہیں:

"علماء و فقہاء خداوند عزوجل کے صحیح علم کو معرفت کہتے ہیں۔ اہلِ تصوف صحت حال کو معرفت کا نام دیتے ہیں اور اسی بنا پر معرفت کو علم سے فاضل تر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ صحت حال بجز صحت علم نہیں ہوتی مگر صحت علم صحت حال کی ضامن نہیں ہوتی۔ یعنی عارف عارف ہی نہیں ہوتا جب تک وہ عالم حق نہ ہو۔ مگر یہ ہو سکتا ہے کہ عالم عارف نہ ہو۔ جو اس نکتہ سے نابلد ہیں وہ باہم بے کار مناظرے کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی تردید کرتے رہتے ہیں۔"

(کشف المحجوب ص ۳۶۸)

یہ بھی ایک مصدقہ بات ہے کہ ہر عالم عارف نہیں ہوتا لیکن ہر عارف عالم بھی ہوتا ہے اور اہل کمال علم کسبی سے زیادہ علم وہبی سے مستفید ہوتے ہیں جس کی بدولت وہ بیک وقت عالم بھی ہوتے ہیں اور عارف بھی۔ لہٰذا عرفان و معرفت کے حقائق معلوم کے دو ہی ذرائع ہیں۔

۱..... علم کسبی ۲..... علم موہوبی

۱) علم کسبی کا تعلق انسان کی اپنی کوشش، ذاتی ذوق و شوق، نظر و استدلال، تنقیح و تمیز اور تحصیل و مطالعہ سے ہے اور یہ ذہنی اور عقلی قویٰ کے ذریعہ بڑھتا اور گھٹتا ہے۔

۲) علم موہوبی جو سراسر فضل الٰہی اور عطاء خداوندی ہوتا ہے اور جو کشف و الہام، اشارۂ غیبی اور مرشدِ حقیقی کی توجہ باطن سے فیضیابی کا نام ہے، جب تک منشاء ربی شاملِ حال رہے یہ علم اپنی روشنیوں سے قلبِ سالک کو تابناک بناتا رہے گا اور اس کے ذریعے معرفت خداوندی کا گوہر نایاب حاصل ہوتا رہے گا۔

عرفان کی تعریف:

علماء حکمت و معرفت نے روحانیات میں ترقی کرنے، ضمیر کی صفائی، خلوص نیت، پاکیزگیٔ نفس، خودشناسی اور خداشناسی کو 'عرفان' کا نام دیا ہے۔

انسان کے لئے مقام معرفت سے بہتر کوئی مقام نہیں اور عرفان سے خوشتر کوئی حالت نہیں ہے۔ اسی لئے اہلِ عرفان لکھتے ہیں کہ معانی اور حقائق کے حسین گلزار میں جب سے انسانی فکر کی چمن آرائی وجود میں آئی ہے، تب سے گلِ عرفان سے دلاویز اور خوشبودار کوئی پھول نہیں ہے۔

اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اگر دین کو انسانی جسم سے تشبیہ دیں تو عرفان کا اس انسان کا دل ہونا متحقق ہوتا ہے۔ اگر علم کو درخت خیال کریں تو عرفان کو اس درخت کا پھل کہنا پڑتا ہے۔

راہِ دین پر چلنے والوں کے لئے عرفان کعبۂ مقصود ہے۔ دین اور علم دونوں اس طرف پہنچا دیتے ہیں اور اگر کوئی اس راہ پر چلنے والا ہے مگر ان دونوں کے ذریعے وہ منزل مقصود کو پانے میں ناکام رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو وہ اس راستے کو طے کرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا یا اس راہ سے منحرف ہو گیا ہے یا اس کا رخ سمتِ قبلہ ہی نہیں۔

عالم انسانیت کا یہ سفر جب تک کعبۂ حقیقی کی سمت میں نہ ہو تو عالم معنوی کا حاجی معرفت الٰہی کے مناسک کو نہیں پا سکتا جو حقیقی حج سے مربوط ہیں اور یہ حج ہر اس باثروت فرد پر واجب

ہے جو روح کی تقویت اور دین اور علم کی دولت سے مالامال ہے۔ پس عرفان کا تعلق امورِ باطنی سے ہے اور یہ ریاضت و مجاہدے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

معرفت اصلِ شناسائی بود
چشمِ دل را نورِ بینائی بود
در طریقِ معرفت نائی و رست
تا تو خود را باز نشناسی درست

معرفت کیا ہے؟

ان مذکورہ اسباب کے باوجود معرفتِ ربی کے لئے اور بھی اصول متعین ہیں جن کو اپنانے سے انسان کو یہ درجہ بہم مل سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ معرفت کیسے حاصل کی جا سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا "میں نے معرفت اللہ کو اللہ سے پہچانا اور جو ماسوا تھا اسے اللہ کے نور سے دیکھا۔" عرفاء کے نزدیک معرفت صرف ایک لفظ نہیں بلکہ یہ وہ عظیم باطنی حقیقت ہے جس کا خوب پاس رکھنا ان کی زندگی کا اہم ترین فریضہ ہے۔ عارف جب تک عارف ہے اس کا قلبی تعلق حق تعالیٰ سے مربوط رہتا ہے اور وہ اپنے رب سے انقطاعِ تعلق نہیں کرتا اور نہ اس کی معرفت عدم سے ہمکنار ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے۔

ولو کشفت العطاء ما زدت یقینا

"اگر حجاب کے تمام راستے کھل جائیں تو میرے یقین کی کیفیت میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہوگا۔"

دراصل معرفت کمالِ یقین کا دوسرا نام ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم الاولیاء نے کمالِ یقین کے ساتھ اسے حاصل کیا تھا۔ حضرت امام احمد غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پہلا بحر معرفت ہے اور اس کا گوہر یقین ہے۔ یہ معرفت چاہتی ہے کہ عارف اپنے وجود

اور جمال و کمال میں مستغرق ہو جائے کیونکہ آدمی کی موجودگی اس وقت درست ہوتی ہے جب وہ معرفت کے آفتاب میں اپنے وجود کو عدمِ تمیز سے پائے۔"

(بحر الحقیقہ ص ۳۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "آدمی کو معرفت کا جمال اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب تک وہ خدا کی تعریف سے ان رازوں کو پہچانتا ہے۔ وہ ان سب کے ذریعے حق کی قربت پاتا ہے۔"

(بحر الحقیقہ ص ۴۵)

اور کشف المحجوب میں اولیاء اللہ کی زبانِ مبارک سے معرفت کی تعریف یوں نقل ہوئی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں۔

"معرفت در حقیقت وہ علم ہے جو حق تعالیٰ اپنے لطائف انوار سے دلوں میں ودیعت فرمائے۔"

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں "معرفت دوامِ حیرت کا نام ہے۔"

ابو یزیدؒ کا فرمان ہے "معرفت اس بات کا علم ہے کہ انسانی سکون و حرکت اللہ کی طرف سے ہے۔"

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں "اہلِ معرفت ہوا و ہوس سے پاک ہوتے ہیں۔"

ابو حفص حداد نے فرمایا "جب مجھے معرفت نصیب ہوئی حق و باطل کا گزر میرے دل سے ختم ہو گیا۔"

محمد بن واسع عارف کے متعلق فرماتے ہیں "عارف وہ ہے جس کا کلام مختصر ہو اور حیرت دوامی ہو۔"

ابو بکر واسطی نے فرمایا "جس نے حق تعالیٰ کو پہچانا وہ ہر چیز سے منقطع ہو بلکہ گونگا اور مفلوج ہو گیا۔"

حضرت جنید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "جو آدمی بھلا کو

تکلیف سمجھے وہ عارف نہیں ہے، کیونکہ عارف وہ ہے جو اپنے
نفس پر خدا کی تکلیف کو خدا کی رحمت سمجھے۔"

حضرت میر سید علی ہمدانیؒ فرماتے ہیں "معرفت کا کمال سرگشتگی کا موجب ہے۔" نیز فرماتے ہیں "عارف کی حق بین نگاہ منعم کو تمام موجودات پر محیط دیکھتی ہے۔"

عارف سے پانی کا رنگ پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ لون الماء لون الاناء یعنی پانی کا رنگ برتن کے رنگ پر موقوف ہے۔ ؎

رنگِ عارف آنکہ معروف است و بس
رنگِ معروفی نہ پیش است و نہ پس

حضرت علاؤ الدولہ سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ معرفتِ تفصیلی کے نکتہ پر کوئی نہیں پہنچ سکا ہے۔ اس لئے جو شخص اس کمال کو پہنچ سکا ہے وہ ذوق حقیقی سے مشرف ہوتا ہے اور یہ بہترین کمالات میں سے ہے جو تمام ترین بھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

" حق معرفت یہ ہے کہ خدا کی بزرگی کا صحیح علم ہو جائے اس کی نعمتوں اور عطاؤں سے باہر نہ جائے اور اس کی بندگی کے حق ادا نہ کر سکے اور اس کا شکر ادا کرنے سے بھی عاجز آجائے۔ ؎

گر تو وصلِ دوست خواہی گو خاک افگندہ باش
زانکہ در درگاہ او جز عاجزان را راہ نیست

حضرت میر سید محمد نور بخشؒ فرماتے ہیں کہ

" آدم کی تخلیق کا اصل سبب معرفتِ خداوندی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ تحقیق اور اربابِ عرفان اپنی ذاتی قابلیت و استعداد کے حساب سے متفاوت معلومات رکھتے ہیں۔"

دولتِ یقین :

بعض گروہ تو ذات و صفات متعالی کو علم الیقین سے پہچانتے ہیں۔ ایک گروہ عین الیقین سے اور کامل انبیاء اور اولیاء سالکین کی جماعت علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین سے اللہ کو پہچانتے ہیں اور یہ عارفوں کے بلند مراتب میں سے ایک مرتبہ ہوتا ہے۔

(رسالہ نوریہ قلمی)

میر سید علی ہمدانیؒ کی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ سالک ذات احدیت کے نور سے جو مظاہر عالم کی فنا کا تقاضا کرتا ہے محو اور فانی ہو جاتا ہے اور اسی بے خودی میں حق الیقین کے ساتھ شناسائے خدا بن جاتا ہے۔

مشائخ طریقت فرماتے ہیں کہ یقین صادق مرید کا پہلا قدم ہے اور زاہد فقیہ کا آخری قدم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرید چونکہ ارادت کا پیکر ہوتا ہے وہ اپنے مرشد کے فرامین کو بلا حجت مانتا ہے جبکہ فقیہ فرد ہر چیز میں اپنی عقل و نظر اور استدلال کے شواہد کو بھی سامنے رکھتا ہے۔ پھر وہ اپنی رائے کی قوت سے یقینی پہلو پر اعتبار کرتا ہے۔ کیونکہ یقین زوال شک کا نام ہے توکل، رضا نیز معاملات کا تفویض الی اللہ اس کے مظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں تک مرید صادق کا یقین حقیقت حال کے مطابق ہوتا ہے اس میں اضافہ کی احتیاج کا عدم ہے جبکہ فقیہ زاہد کا یقین استدلالی اور نظری ہے اور اس کی کیفیت بعض دفعہ کمال سے معدوم ہوتی ہے۔ جن کو اس یقین سے واردات پہنچی ہے وہ ایمان ثابت سے ضرور بہرہ مند ہوں گے۔ لیکن یقین خطرات سے خالی نہیں ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یقین خطرات کا نام ہے کیونکہ یقین کا دوسرا معنی موت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین (الحجر ۱۵)

حدیث شریف الایمان ثابت " والیقین خطرات"

"ایمان ثابت قدمی اور یقین خطرات کا نام ہے۔" اسی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یقین ذات سے عبارت ہے اور ایمان صفات اور

افعال کی تجلیات کا مظہر ہے۔ احسان وشہود صفات کا مقام ہے اور ایمان کا لازمہ ہے کہ وہ شہود افعال کا مقام ہے۔ لازماً ایقان کا نور ذاتی ہوتا ہے۔ احسان کا نور صفاتی اور ایمان کا نور افعالی ہوتا ہے۔

(زبدۃ المناقب ص ۱۶۲)

یقین کے درجات متعین کرتے ہوئے مختلف اہلِ علم و عرفان نے متنوع اشیاء کی تشبیہات سے توضیح کا کام لیا ہے۔ بعض نے آگ سے، بعض نے سورج سے، بعض نے آبِ زمزم سے اور بعض نے گلاب و زعفران سے تشبیہ دی ہے عارف لوگ معنی تمثیلی کے ذریعے تفہیمِ یقین کو "حدیث ایماں ویقین" کے کلیہ سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت فخر السالکین جعفر بدخشیؒ یقین کے درجات کی خورشید سے تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"طلوع سے پہلے دیکھنے والا وجودِ آفتاب کا یقین کر لیتا ہے جب سورج کی کرنیں پہاڑ کی چوٹی پر چمکتی ہیں۔ ناظر اس نور کو عین الیقین سے دیکھتا ہے اور آفتاب کے وجود سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور جب سورج طلوع ہوتا ہے اور وہ خورشید کے تمام افادات اور آب و تاب کو دیکھ لیتا ہے تو آفتاب کو دیکھنے والا حقیقتِ خورشید کو پہچان لیتا ہے۔ اس لئے اولیاء کرام اور عرفاء عظام تمام چیزوں کی حقیقتوں کو عین بصیرت سے پہلے ہی جان لیتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کمالیت کے حصول کے لئے یوں مستدعی ہوتے ہیں۔

اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی

اے پروردگار ہمیں تمام چیزوں کی حقیقتوں سے مکمل آگاہی عطا فرما۔

اہلِ عرفان اس بات کے قائل ہیں کہ حقائق اشیاء کا علم معارف یقین کی دولت سے نصیب ہوتا ہے۔

شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں۔

یقین عبادت است از ظهور نور حقیقت در حالت کشف استار بشریت به شهادتِ وجد و ذوق نه به دلالتِ عقل و نقل.

(کتاب اشف النصائح)

"یقین بشری پردوں سے نکل کر وجد و ذوق کے مشاہدوں کی حالت میں نورِ حقیقت کے ظہور سے عبارت ہے نہ کہ عقلی و نقلی دلائل سے۔"

حضرت شیخ مذکور یقین کے درجاتِ ثلاثہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دراصل ایمان کا حاصل یقین ہے۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین اس کے فروع ہیں اور بعض سے بعض درجات کے لحاظ سے رفیع تر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی کا اشارہ اس طرف ہے۔

الیقین الایمان کلہ

"یقین پورے کا پورا ایمان ہے۔"

(اشف النصائح ایمانیہ ص ۳۸)

اور بدیں بیان باری تعالیٰ کا اشارہ بھی اسی طرف ہے کہ

وبالاخرۃ ھم یوقنون (البقرہ ۲)

"وہ لوگ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔"

احادیثِ نبویؐ دربارۂ یقین :

ان اقل ما اوتیتم الیقین و عزیمة الصبر

"یقیناً بڑی چیز جو تم کو دی گئی ہے وہ یقین اور صبر ہے۔"

الیقین الایمان کلہ

"یقین ہی مکمل ایمان ہے۔"

ما اضاف علی امتی الا ضعف الیقین

" ضعفِ یقین کے علاوہ مجھے میری امت (باقی صفحہ [illegible] پر)

تصوف

اصحابِ صفہؓ (یکے از خطباتِ بلبلِ تصوف)

م۔ ش کوروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم و نحمدہ و نصلی علی محمدؐ و آلہ۔

امابعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی کلامِ قدیمہٖ و فرقان حمیدہ وھو اصدق القائلین

" ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم من شیء فتطردھم فتکون من الظٰلمین(الانعام ۵۲)"

اٰمنت باللہ صدق اللہ المولانا العظیم و بلغنا رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذالک من الشاھدین و الشاکرین والحمد للہ رب العٰلمین

نوریاں مر نوریاں را واجبا
ناریاں مر ناریاں را حاجبا

صدر محترم وعلماء کرام وسامعین عظام۔ اسلام علیکم۔

میں نے مختصر سی آیت تلاوت کی ہے۔ یہ آیت اصحابِ صفہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اصحابِ صفہ ملتِ محمدیہؐ میں وہ عظمت اور شان والے نفوس تھے کہ ان کا سا مرتبہ اممِ سابقہ میں کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ نہ کسی سابقہ پیغمبر کو ایسا حکم صادر ہوا جیسا اصحابِ صفہؓ کے بارے میں حضور نبی کریم کو ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو خود پیغمبر نے صوفیہ کے لقب سے سرفراز فرمایا تھا اور یہی اہلِ تصوف تھے۔

اس گروہ کی عظمت کا اظہار پیغمبر خدا کی اس حدیثِ قدسی میں ہوا ہے۔

خلقت الاشیاء لاجلک و خلقتک لاجلی

"(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے رسولؐ) میں نے تمام اشیاء تیرے لئے بنائی ہیں اور تجھے اپنے لئے بنایا ہے۔"

مقامِ غور ہے کہ اس قدر عزت و مرتبے والے نبیؐ سے خداتعالیٰ خطاب فرماتے ہوئے حکم دیتے ہیں کہ اے رسول آپ ان لوگوں (اصحابِ صفہ) کے ساتھ زندگی بسر کریں اور نشست و برخاست رکھیں۔

قاعدہ کلیہ تو یہ ہے کہ امت کو حکم دیا جائے کہ تم پیغمبر کے ساتھ رہو اور اس کی اطاعت کرو۔ مگر سبحان اللہ اصحابِ صفہؓ کی شان دیکھئے کہ اس شخصیت کو جو خود حبیبِ خدا ہے، شارع اور اولولعزم پیغمبر ہے حکم دیا جارہا ہے کہ اے نبی آپ ان لوگوں کے ساتھ نشست وبرخاست رکھیں جو اصحابِ صفہ کہلاتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ تھے جن کے پاس کوئی مال ومتاع نہ تھی، کوئی عہدہ نہ تھا، کوئی جائیداد نہ تھی، کوئی اثر ورسوخ نہ تھا۔ وہ مساکین تھے۔ رسول کریمؐ کے پاس کوئی چیز آجاتی توانہیں حصہ مل جاتا ورنہ ان کی کوئی ذاتی ملکیت نہ تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو آئینۂ پیغمبر، احکامِ دین اور فرمانِ الٰہی کو دل و جان سے قبول کرتے تھے اور احکامِ خداوندی اور اطاعتِ رسولؐ کی بجاآوری کے علاوہ ان کی کوئی مصروفیت نہ تھی۔

یہی وہ لوگ تھے جن کی وجہ سے رسا

صرف جاری وساری تھا بلکہ روز افزوں ترقی سے بھی ہمکنار ہو رہا تھا۔ کفار مکہ نے بھانپ لیا تھا کہ رسول اللہ ؐ کے مشن کی کامیابی کے پیچھے انہی اونی کپڑے پہننے والوں کا ہاتھ ہے اور اگر ان کو رسول ؐ سے جدا کر لیا جائے تو دین اسلام کی ترقی کا راستہ روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ کفار مکہ حضور نبی کریم ؐ کی خدمت میں پیش ہو کر گزارش کرتے ہیں کہ یا محمد ؐ آپ ان موٹے اور مٹی سے اٹے ہوئے اونی کپڑے پہننے والوں کو جن کے ساتھ بیٹھنے میں لوگ عار محسوس کرتے ہیں نکال باہر کریں تو ہم آپ کا ہر حکم بجا لائیں گے ۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو خطہ عرب میں کوئی ایسا گوشہ نہ رہے گا جہاں آپ کا حکم نہ چلتا ہو۔

کفار مکہ نے یہ شاطرانہ سازش تیار کی۔ رسول کریم ؐ جن کا جسم اطہر شمع کی طرح روشن تھا اور جو ہر مکر و حیلہ سے پاک اور خلوص و سادگی کا پیکر تھے، آپ کو خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ کفار مکہ جو متکبر اور خود سر ہیں ایمان لے آئیں تو کل عرب حلقہ بگوش اسلام ہو جائے گا۔ اس خیال کے آتے ہی پیغمبر خدا ؐ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جاؤ اصحاب صفہ جن میں صہیب رومی، بلال حبشی، سلمان فارسی، ابوذر غفاری اور عمار یاسر وغیرہ شامل ہیں، سے جا کر کہہ دو کہ وہ ذرا دیر بعد آ جائیں۔

وہ شخص حکم نبوت لے کر جانے کے لئے تیار ہوا ابھی تین قدم بھی نہ چلا تھا کہ جبرئیل امین حاضر ہوئے اور آتے ہی یہ آیت پیش کی جو ابھی میں نے تلاوت کی یعنی ولا تطرد الذین ...... الخ فرمایا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اے رسول ؐ آپ ان لوگوں کو نہ نکالیں، ان کو نہ بھگائیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔

صبح و شام وہ اپنے رب کو کیا کہہ کر پکارتے ہیں؟ یہی نا کہ کہتے ہیں یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم، یا ملک، یا قدوس، یا سلام، یا مؤمن، یا مھیمن یا عزیز، یا جبار، ......

اور یہ اپنے رب کو پکار پکار کر کیا مانگتے ہیں سوائے اس کی رضامندی کے؟ سوائے اس کی قربت کے؟ یریدون وجہہ وہ اپنے رب کی رضامندی کے علاوہ کچھ نہیں مانگتے بلکہ اپنے رب کا چہرہ اپنے رب کی ذات ان کا مطمع نظر ہے۔ اسی کی رضامندی ہی ان کا سب کچھ ہے اس لئے بزرگان دین ان صفات کے حامل لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

الدنیا حرام لاھل آخرة والاخرة حرام" لاھل الدنیا
وکلاھما حرامان علی اھل اللہ

"دنیا کے طالبوں کے لئے آخرت حرام ہے، آخرت کے متلاشیوں کے لئے دنیا حرام ہے اور اللہ کے طلب گاروں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں حرام ہیں۔"

رضائے الٰہی کے خواہشمندوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں کا عیش و آرام حرام ہے وہ اپنے رب کی عبادت نہ دنیوی منفعت کے لئے کرتے ہیں، نہ جنت کے حصول کے لئے میں اور نہ آتش دوزخ کے خوف کے تصور سے وہ تو اپنے رب کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اسے عبادت اور بندگی کے لائق سمجھتے ہیں اور اس کی رضا ڈھونڈتے ہیں اور اس کا قرب تلاش کرتے ہیں۔

پس اگر کوئی شخص اخروی نعمتوں کے لئے عبادت کرتا ہے تو وہ مزدور کی عبادت ہے۔ مزدور دن بھر جان توڑ محنت اس لئے کرتا ہے کہ دن کے اختتام پر اسے آجر سے مزدوری ملے۔ وہ اس محنت کے ذریعے آجر پر کوئی احسان نہیں کرتا کیونکہ اسے محنت کی اس کا خاطر خواہ معاوضہ ملتا ہے۔ اگر آپ کو اس آجر کی ذات سے محبت ہے تو آپ بلا معاوضہ اور بغیر مزدوری کے محض اس کی

خوشی کے لئے کام کریں گے اور اس امر کی معرفت سوائے اہل اللہ کے اہل ظاہر کو نہیں ہوا کرتی۔ میں نہیں کہتا کہ جنت کی خواہش حرام ہے۔ شریعت نے حصول جنت کی خواہش کو حرام قرار نہیں دیا یہ حلال ضرور ہے مگر اہل اللہ کے لئے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔ اہل معرفت خوب جانتے ہیں کہ جہاں اللہ کے حدود شروع ہوتے ہیں وہاں دنیا اور آخرت دونوں کی خواہش کو دل سے نکال دینا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ پروردگار عالم نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔

انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی (طٰہ ۲۰)

"اے موسیٰ اپنے دونوں جوتے اتار لو کہ تم ایک پاک میدان میں داخل ہو رہے ہو۔"

کیا آپ کو معلوم ہے کہ صوفیانہ تفاسیر میں اس آیت کی کیا تفسیر لکھی ہے؟ ان کتابوں کے مطابق نعلیک سے مراد دنیا اور آخرت کی طمع ہے اور موسیٰ کو حکم ہوا کہ اپنے رب کے حدودِ قربت میں داخل ہوتے وقت دنیا کے لالچ اور آخرت کے طمع دونوں کو جوتوں کی طرح اتار کر برہنہ پا آگے بڑھیں۔

بہر حال حاضرین مجلس میں جانتا ہوں کہ یہ قصہ آپ لوگوں پر بھاری پڑ رہا ہے اس لئے اسے میں سمیٹنے لگا ہوں۔ (یہاں سامعین کے ہنسنے کی دبی دبی آواز آتی ہے۔) لیکن میں اس قصہ کو مکمل ضرور کروں گا اس لئے کہ آپ کے عقیدے اور جذبے کو فولاد کی طرح مضبوط بناؤں۔ مجھ سے پہلے مقررین نے مجلس کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ لیکن عمل اس خاص راستے پر کرنا ضروری ہے جو میں آپ لوگوں کو دکھا رہا ہوں۔ عمل کے لئے پہلے راستہ دکھانا امر ضروری ہے اور راستہ پانے کے بعد اس پر ثابت قدمی سے چلنا لازم ہے۔ گویا یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

چنانچہ حضرت موسیٰ سے خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ یہ ایسی جگہ ہے جہاں دنیا و آخرت دونوں کا لالچ چھوڑنا ضروری ہے تو اس بات میں لچک بھی ہے اور گہرائی بھی مگر میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ قرآن مجید ہمیں یہ بتاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک عصا تھا، جس کو استعمال کر کے کبھی کنویں سے پانی نکالتے تھے، کبھی بکریوں کے لئے پتے توڑتے تھے، کبھی یہی عصا دشمن سے مقابلے کے وقت مہیب اژدھا بن کر اسے ڈراتا تھا اور جب رات کو استراحت فرماتے تھے تو یہی عصا آپ کے گرداگرد ایک سانپ کی شکل میں حصار بنالیتا تھا جس کو توڑنے کی کسی کو مجال نہ تھی۔ موسیٰ اسی ایک عصا سے چالیس کام لیتے تھے۔ موسیٰ کو اس عصا پر بڑا فخر اور بڑا مان تھا۔ اس لئے رب العالمین نے فرمایا۔

و ما تلک بیمینک یا موسیٰ

"اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟"

رب العالمین کا یہ سوال ہمارے سامنے اٹھائے گئے اس سوال کا جواب ہے۔ میرا مطلب اس استفسار سے ہے کہ اللہ کے سوا کس کے پاس علم غیب ہے؟ کون دلوں کے راز جانتا ہے؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ایسی طاقت رکھتا ہے تو وہ ساحر ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان باتوں کا جواب یہ ہے کہ خدا کی ذات تو جانتی تھی کہ موسیٰ کے ہاتھ میں کیا ہے۔ مگر پھر بھی استفسار فرمایا کہ موسیٰ بتا تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس استفسار سے کیا یہ مراد ہے کہ خدا نہیں جانتا تھا؟ جی نہیں۔ یقیناً خدا جانتا تھا۔ اسی طرح خدا اپنے بندوں کے بارے میں فرماتا ہے:

ما اقول کن فیکون وھو یقول کن فیکون

"میں جب کہتا ہوں کہ ہو جا تو ہو جاتا ہے اور میرے بندے جب

کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ بھی ہو جاتا ہے۔"

پس خدا کے صفات سے متصف ہونے والے بندوں کو زندگی اور موت دینے کا بھی اختیار ہوتا ہے اور رزق دینے کا بھی۔

بہر حال موسیٰؑ سے جب سوال کیا گیا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو موسیٰؑ نے جواباً فرمایا:

ھی عصای اتوکئوا علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مآرب اخری (الکھف ۱۸)

"میرے ہاتھ میں عصا ہے جس سے میں بکریوں کو پتے ڈالتا ہوں اور یہ میرے کھڑے ہونے کا سہارا ہے اس کے علاوہ بھی اس سے بہت سے کام لیتا ہوں۔"

یہ جواب سن کر حق تعالیٰ نے فرمایا:

قال القیھا یا موسیٰ

"اے موسیٰ تم اسے ڈال دو (زمین پر پھینک دو)"

حضرت موسیٰؑ نے جونہی حکم خداوندی سے عصا زمین پر پھینکا تو وہ ایک دم چلتا پھرتا اژدھا بن گیا جسے دیکھ کر موسیٰؑ سات قدم پیچھے ہٹ گئے۔ جس پر خدا نے حکم دیا۔

سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ (آیت ۲۰)

"(اسے اٹھالو) میں اسے پہلے کی طرح لاٹھی بنا دوں گا۔"

(جاری ہے)

بقیہ : عرفانِ حق

...کا کوئی غم نہیں۔

نجاء اول ھذہ الامۃ بالیقین و الزھد و یھلک اخرھا بالبخل و الامل

"اس امت کے اولین لوگ تو وہ ہیں جو یقین اور زہد کے ذریعے نجات پاتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو بخل اور امل کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔"

ماخذ و مصادر :

۱۔ قرآن مجید (الذاریات ۵۶) (الانعام ۹۱) (الحجر ۱۵) (البقرہ ۲) ۲۔ کتاب الاعتقادیہ از میر سید محمد نوربخش قہستانیؒ اردو ترجمہ علامہ محمد بشیر ۳۔ کشف المحجوب از داتا گنج بخش سید علی ہجویری ۴۔ شرح گلشن راز از شمس الدین اسیری لاہیجی ۵۔ سر الحقیقہ از حضرت امام احمد غزالیؒ ۶۔ رسالہ نوریہ قلمی از میر سید محمد نوربخشؒ ۷۔ زبدۃ المناقب ترجمہ خلاصۃ المناقب از نور الدین جعفر بدخشیؒ ۸۔ اشف النصائح از حضرت شہاب الدین سہروردیؒ

بقیہ : این وائی ایف کا دورۂ شیگر

کی روحؒ کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی۔ میر یحییٰ کا روضۂ مبارک امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں زمیں بوس ہونے کو تیار ہے۔ اگر اس کے تحفظ کے لئے کوشش نہ کی گئی تو اسلامی فن تعمیر کا یہ نادر نمونہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔

اس کے بعد کاروان نے مسجد چھ برونجی کی زیارت کی جس میں امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے سورۂ مزمل اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائی تھی، مگر افسوس نادان عقیدتمندوں نے چکنی مٹی کے پلستر سے اس مقدس تحریر کو معدوم کر دیا ہے۔ یہاں سے ہمارا کارواں مسجد امبوڑک کی زیارت کو روانہ ہوا جس کی اے کے آر ایس پی نے شایانِ شان طریقے سے مرمت کی ہے۔ مسجد کے اندر ایک شیشے میں امیر کبیر کے چند آثار جن میں ایک مشکیزہ، مٹی کے دو برتن اور دیگر نوادرات شامل ہیں محفوظ ہیں۔ دریں اثناء اسحٰق شہبازی صاحب کے ایماء پر میر نجم الدین ثاقبؒ کے روضے کی زیارت کی گئی۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے۔ اس کے بعد کارواں کھپلو روانہ ہوا۔ ☆

فکر و نظر

ایک تحریف کی نشاندھی

مولانا عارف حسین مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

الفقہ الاحوط کے باب الطہارت میں طہارت کے موجبات بیان کرتے ہوئے شاہ سید محمد نوربخشؒ یوں تحریر فرماتے ہیں:

واما موجبات الطهارة الکبریٰ فالجنابة والحیض و النفاس و غسل المیت

عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ طہارت کبریٰ کے موجبات چار ہیں:

۱۔ جنابت ۲۔ حیض ۳۔ نفاس ۴۔ مردے کو دھونا

مذکورہ عبارت اس صورت میں تمام معتبر قلمی نسخوں میں مرقوم ہے اور علامہ سلطان علی بلغاری رحمۃ اللہ علیہ نے منظوم فقہ احوط میں مذکورہ عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

کنون موجباتِ غسل چار دان
دو ھست مشترک زان دو خاصِ زنان

"غسل کے موجبات چار جان لو ان چاروں میں سے دو مرد و عورت دونوں کے لئے ہیں یعنی جنابت اور غسل المیت اور دو غسل عورتوں کے ساتھ خاص ہیں یعنی حیض اور نفاس۔"

موجودہ مطبوعہ الفقہ الاحوط کے نسخوں میں مذکورہ عبارت کے اندر دست اندازی ہوئی ہے جو یوں مرقوم ہے۔

و اما موجبات الطهارة الکبریٰ فالجنابة والحیض والنفاس والاستحاضه و غسل المیت

عبارت مذکورہ میں خط کشیدہ لفظ اعد میں ٹھونسا گیا ہے۔

۔یہ لفظ پہلی بار سید قاسم شاہ مرحوم چھوربٹی کے طبع کردہ نسخے میں نظر آتا ہے جس کے اندراج کا قرینہ بھی مضحکہ خیز ہے اور صرف 'استحاضہ' کی بجائے "غسل الاستحاضہ" لکھا گیا ہے یعنی اس طرح عبارت کا مفہوم یوں ہوگا کہ غسل استحاضہ خود غسل استحاضہ کا موجب ہے تو جو عورت غسل استحاضہ کرے گی اس پر فوراً غسل استحاضہ واجب ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی طور پر چلتا رہے گا۔ یہ صورت تو نقلاً عقلاً ہر لحاظ سے باطل ہے اور فقہ الاحوط کی درج ذیل عبارت سے متصادم ہے:

و اما المستحاضة فلا یحرم علیها ما یحرم علیها و یجب علیها ان تضع فرقة بعد الاستبراء، و تتوضا قبل کل صلوٰة فریضة او فریضتین ان تجمع بینهما و تصلّی و تصوم و تترء ما شاء ت من القرآن و غیرها و لا یحرم المجامعة ولا شیء من المحرمات التا یحرم علی ذوات الحیض والنفاس

"جو چیزیں حیض اور نفاس والی پر حرام ہو جاتی ہیں وہ استحاضہ والی پر حرام نہیں ہو جاتیں اور استحاضہ والی پر واجب ہے کہ ایک چیتھڑا ابراد کے بعد رکھ دے اور ہر فرض نماز سے پہلے وضو کرے اگر جمع کر کے پڑھنا ہو تو دو نمازوں سے پہلے وضو کرے اور استحاضہ والی نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور قرآن میں سے جو چاہے پڑھ لے اور مجامعت (استحاضہ والی پر) حرام نہیں اور حیض و نفاس والی پر حرام ہونے والی کوئی بھی چیز استحاضہ والی پر حرام نہیں ہے۔"

(باقی صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ کیجئے)

فکرونظر

احیائے تصوف کی ضرورت

غلام مہدی بیگو صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن

اپنے اقدار ، روایات ، نظریات اور مخصوص اعمال و افعال کا تحفظ کرنا اور آنے والی نسلوں کے لئے لائحۂ عمل طے کرنا زندہ قوموں کا شیوہ ہے۔ اگر ہم ماضی وحال کا جائزہ لیں تو شروع سے ہی اہلِ ایمان کے تین گروہ نظر آتے ہیں یعنی عام امتِ مسلمہ ، مجتہدین اور اربابِ کشف و شہود۔ جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرمائی تو اس کے فوراً بعد امتِ مسلمہ میں تین نمایاں مکاتبِ فکر وجود میں آئے :

۱) محدثین ۲) فقہا ۳) صوفیہ

ان تینوں گروہوں نے اسلام پر عظیم الشان احسانات کئے ہیں چنانچہ محدثین نے حضورؐ کے فرامین کو محفوظ کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے راویوں سے احادیث جمع کر کے انہیں جرح و تنقید کی کسوٹی پر پرکھا اور مختلف احادیث کے نفسِ مضمون اور راویوں کی چھان پھٹک کر کے جعلی اور وضعی احادیث کو مستند احادیث سے الگ کر دیا اور ان معتبر احادیث کو امتِ مسلمہ تک پہنچایا۔

اسی طرح فقہا نے قرآن و حدیث کی روشنی میں احکاماتِ دین وضع کر کے انہیں امت تک پہنچایا تاکہ اہلِ اسلام شریعتِ محمدیہؐ پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہو کر دنیوی و اخروی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

بعینہٖ صوفیائے کرام نے روحِ اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے نہ صرف شریعت کا بول بالا کیا بلکہ اقوال و افعال و احوال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کر کے اخلاق رذیلہ کی بیخ کنی کی اور اخلاق حمیدہ کو رواج دیا۔ یہ سالکانِ راہِ خدا علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی منزلوں کو پہنچے وہ خود ہدایت یافتہ تھے اور دوسروں کے لئے بھی ہادی و مہدی بنے۔ ان اولیائے کرام کا سلسلہ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے شروع ہو کر تا قیامِ قیامت مسلسل و معنعن جاری رہے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کشف و شہود کی دولت سے مالامال ہیں۔ اور کثرتِ عبادات اور کثرتِ نوافل سے خدا کے محبوب بن گئے ہیں۔ غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخشؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح انبیاء پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اسی طرح اولیاء پر اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے جن کا اول علیؑ ہے اور آخر مہدیؑ۔ ان کے درمیان تین لاکھ سے زائد اولیائے کرام ہیں جن کی وجہ سے یہ دنیا قائم و دائم ہے کیونکہ اگر نیکوکار نہ ہوتے تو فاسق و فاجر ہلاک و برباد ہو جاتے۔

پس نبوت کے بعد ولایت دین اسلام کا محافظ ہے۔ ائمہ طاہرین، اور صحابہ کرام سے لے کر دورِ حاضر کے اولیاء تک جتنے بھی نام آتے ہیں سب نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے مشکلات اٹھائی ہیں۔ اس سلسلے میں اہلِ بلتستان خصوصی طور پر میر سید علی ہمدانیؒ، میر سید محمد نوربخشؒ اور میر شمس الدین عراقیؒ جیسے صوفیاء کے ممنون احسان ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے تاریخی ورثے سے آگاہ ہوں اور (باقی صفحہ ... پر)

فقہی مسائل (شریعتِ محمدیہ کی روشنی میں)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر فاضلِ عربی

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ بعض حضرات غیر ضروری اور غیر مفید سوالات ارسال کرتے ہیں۔ ایسے سوالات کے جوابات شائع نہیں کئے جاتے۔ ہاں اگر مناسب سمجھا گیا تو بذریعۂ خط اُن غیر مفید سوالات کے جوابات سائلین کے نام ارسال کئے جا سکیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سائلین جوابی لفافہ بھی ارسال کیا کریں۔

اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر ا۔ یتیم پوتا اگر محروم الارث ٹھہرتا ہو تو اس کا اقتصادی مستقبل کیا ہوگا اور اس کی پرورش کون کرے گا؟

سائل حاجی محمد حسین شاہد ہوشے

سوال نمبر ۲۔ جس رقم کی زکوٰۃ ادا کردی گئی ہو کیا اسی رقم پر دوبارہ زکوٰۃ آئے گی؟

سوال نمبر ۳۔ ایک شخص کی کسی مقام کی طرف روانگی کی مسافت اور اس مقام سے گھر واپسی کی مسافت کو ملانے پر حدِ ترخص پوری ہو تو کیا اس کے لئے قصر جائز ہوگا؟

سوال نمبر ۴۔ سنۃ دار اور غیر سنۃ دار سے کیا مراد ہے؟

سائل ماسٹر حشمت اللہ راجہ شمشاد راس کرگل انڈیا

سوال نمبر ۵۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد نفع والی رقم مال تجارت کے اصل زر کا حصہ بنے گی یا نہیں؟

سائل اخوند شکور سرگیب خپلو

جوابات

جواب نمبر ا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اگر دادا کی اولاد نہ ہو اور صرف اس کا یتیم پوتا موجود ہو تو اس صورت میں یتیم پوتا دادا کا شرعاً وارث بنتا ہے۔ اگر دادا کی اولاد ہو تو اولاد کی موجودگی میں اولاد کی اولاد کو وارث شرعاً نہیں مل سکتا ہے۔ یتیم پوتے کی سرپرست دادا ہی شرعاً قرار پاتا ہے۔ لہٰذا اس کی پرورش کی ذمہ داری دادا پر عائد ہوتی ہے۔ یتیم پوتا جب بالغ ہو جاتا ہے تو وہ خود اپنے افعال وغیرہ کا ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ تاہم دادا کے لئے اخلاقی طور پر نیز انسانی ہمدردی کے پیش نظر مناسب ہے کہ وہ اپنی زندگی میں یتیم پوتے کو بطور ہبہ اپنی جائداد سے کچھ حصہ دے دے تاکہ یتیم پوتے کا اقتصادی مستقبل تاریک نہ ہو جائے بلکہ وہ بھی دوسروں کی طرح اپنا مستقبل تابناک دیکھ سکے۔ علاوہ ازیں اسلامی معاشرے میں چچا کی بھی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے یتیم بھتیجے کے اقتصادی مستقبل کو تاریک ہونے سے بچا کے رکھے۔ اگر بالفرض دادا اور چچا دونوں اپنی اپنی اخلاقی ذمہ داریوں سے عہدہ بر آ ہونے میں یکسر ناکام ثابت ہوں تو بے سہارا یتیم کا اقتصادی سہارا اسلامی بیت المال ہے۔ اس کے جوان ہونے پر اس کے لئے مناسب روزگار کی فراہمی اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں شامل ہوگی۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

جی ہاں۔ چونکہ رقم پر زکوٰۃ سال کے گزرنے پر واجب ہو جاتی ہے، لہٰذا جس رقم کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو اس رقم پر سال کے گزرتے ہی پھر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ اسی طرح سے نصاب زکوٰۃ کے خاتمے تک سال بہ سال رقم پر زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی۔ جب کسی مرحلے پر رقم زکوٰۃ کے مقررہ نصاب سے نیچے گر جائے تو پھر زکوٰۃ نہیں آئے گی۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

اگر منزلِ مقصود پر زیادہ وقفہ کئے بغیر ہی گھر کو واپس ہو تو دو طرفہ فاصلہ شرعاً مسافتِ قصر میں معتبر ہوگا اور وہ قصر سے مستفید ہو سکے گا۔ اگر منزلِ مقصود پر غیر معمولی وقفہ کیا جائے تو مسافتِ قصر میں دو طرفہ فاصلے کا اعتبار ختم ہو جائے گا۔ خوب آگاہ رہے کہ مسافتِ قصر سولہ (۱۶) فرسخ کا ہوتا ہے۔ ہر فرسخ تین میل کے برابر ہوتا ہے۔ ہر میل چار ہزار متوسط قدم کا ہوا کرتا ہے۔ اس حساب سے اڑتالیس شرعی میل مسافتِ قصر قرار پائیں گے۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

ماسٹر حشمت اللہ صاحب نے سکہ دار اور غیر سکہ دار کے مابین موجود فرق کے بارے میں شاید اس لئے پوچھا ہے کہ بعض مکتبہ فکر کے نزدیک غیر سکہ دار پر زکوٰۃ نہیں آتی ہے۔ صرف سکہ دار پر زکوٰۃ آتی ہے۔ اس اعتبار سے سکہ دار سے مراد سونا یا چاندی کا رائج الوقت سکہ ہے۔ مثلاً بعض ممالک میں درہم کے نام سے چاندی کا سکہ رائج ہے۔ بعض ممالک میں دینار کے نام سے سونے کا سکہ رائج ہے۔ جدید دور میں لوگوں کی سہولت کے پیش نظر تمام ممالک میں کاغذ کے کرنسی نوٹ چلتے ہیں۔ اس مقام پر یہ کرنسی نوٹ گویا غیر سکہ دار ہے۔ چنانچہ کرنسی نوٹ پر بعض مکتبہ فکر کے ہاں کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔ حالانکہ مالیت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اگر آپ کے پاس ایک ہزار کا کرنسی نوٹ ہے تو گویا آپ کے پاس اس مالیت کے رائج الوقت سکہ ہی موجود ہونا شرعاً قرار پاتا ہے۔ آپ قومی بینک سے جب بھی مطالبہ کریں گے آپ کو ایک ہزار کے رائج الوقت سکے ہی مل جائیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ وجوبِ زکوٰۃ کا تعلق دونوں سے یکساں ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے بعض حضرات کی طرف سے صرف ایک حیلہ تراشا گیا ہے۔

جواب نمبر ۵۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

ابتدا میں جتنی رقم سے کاروبار کا آغاز کیا گیا ہو اصل زر صرف وہی ہے۔ آگے اس پر نفع کا حصول رہتا ہے۔ چنانچہ سال کے گزرنے پر بطور نفع حاصل شدہ رقم سے سالانہ گھریلو اخراجات منہا کرنے کے باقی نفع والی رقم پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ پھر وہ رقم اصل زر کا حصہ نہیں بنے گی، کیونکہ اصل زر میں اضافہ کر کے آپ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنا چاہیں گے۔ ایسا شرعاً درست نہیں۔ بلکہ نفع میں اضافہ ہوتا جائے گا اور سال گزر جانے پر حسبِ سابق اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور مالک اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرے۔ مالِ تجارت کا یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ امید ہے کہ سائلین حضرات اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوں گے۔ ☆☆

اخبار التصوف

دنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ ایچ معروفی

نوبرا ڈسکٹ میں اہلِ نور بخشیہ کا اجلاس :

۲۳ جون ۲۰۰۰ء کو لداخ نوبراہ ڈسکٹ میں انجمن صوفیہ نور بخشیہ ویلفیر آرگنائزر کمیٹی کے زیر اہتمام سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت قربان علی صدر انجمن اور مولانا علی حسن بٹاکھنگ نے کی۔ انہوں نے مدرسہ صوفیہ نور بخشیہ ڈیرہ دون کے عظیم الشان منصوبہ پر بھارت کے تمام اہلِ نور بخشیہ کو مبارکباد پیش کی اور اس مدرسے کی ترقی کے لئے پوری ملت کے یک جاہو کر سعی وکاوش کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے مدرسہ کی انتظامیہ کی مساعی کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ مدرسہ صوفیہ نور بخشیہ امباڑی کے ناظم اعلیٰ اخوند علی حسن نے نوبراہ کے نور بخشی عوام خاص کر بقد انگ کے نوجوانوں اور بزرگان دین کا شکریہ ادا کیا جن کے مالی تعاون سے یہ منصوبہ جاری ہے۔ مدرسہ کی تعمیر کے سلسلے میں بقد انگ کے ٹھیکیدار صاحبان اور ماسٹر صاحبان نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے علاوہ سعودی عرب میں مقیم نور بخشی بھائیوں کا تعاون بھی قابل صد تحسین ہے۔ ادارہ نوائے صوفیہ نے بھی اس مدرسہ کی اہمیت اور افادیت کو اجاگر کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اخوند علی حسن نے اہلِ نور بخشیہ پر زور دیا کہ وہ اپنا ایک ایک نوالہ کم کر کے اس کے مدرسہ کے ہونہار طلبہ کے تعلیمی اخراجات کے لئے وقف کریں کیونکہ انہی نونہالوں نے بھارت کے مختلف علاقوں میں جا کر دین حقہ کی آبیاری کرنی ہے۔ اجلاس میں انجمن صوفیہ نور بخشیہ کرگل سے محمد جعفر آڈیٹر اور محمد شفیع صاحب نائب رابطہ سکریٹری نے شرکت کی۔ جلسہ کے اختتام پر فیصلہ کیا گیا کہ ماہ ستمبر میں صدر مقام تھنگامو، اس میں اجلاس منعقد ہوگا جس میں اتر پردیش اور نوبراہ کے اراکین بھی شرکت کریں گے۔

یومِ ولادت خاتم الانبیاءؐ :

۱۸ جون کو بروز اتوار مسجد شاہ ہمدان صوفیہ نور بخشیہ سکردو میں ایک پروقار تقریب بسلسلہ یوم ولادت باسعادت حضرت محمد مصطفیؐ ویوم ولادت میر سید محمد نور بخشؒ انتہائی خلوص وعقیدت کے ساتھ منعقد کی گئی، جس میں مدرسہ کے طلباء کے علاوہ لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی سٹیج سکریٹری محمد حسین سرمیکی تھے۔ قاری غلام رسول کی حمد اور محمد عسکری کی نعت کے بعد طالبعلم اشرف حسین براہوی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حمیدہ پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد محمد اشرف طالبعلم نے شاہ سید محمد نور بخشؒ کی حیات طیبہ پر تقریر کی۔ طالبعلم محمد صالح نے آیت قد جاء کم من اللہ نور" و کتاب مبین کی تشریح کی اور رسول کریم کو اس نور کا مصداق قرار دیا۔ طالبعلم علی حسن خپلوی نے بھی سید محمد نور بخشؒ کی سیرت پر روشنی ڈالی۔ طالبعلم سید سلطان محمد کی تقریر کا موضوع سیرت النبیؐ تھا۔ طالبعلم حبیب اللہ تھلوی نے بھی سیرت النبیؐ پر اظہار خیال کیا۔ طالبعلم عبدالرحمٰن سالک کا موضوع خطاب اھدنا الصراط المستقیم تھا۔ طالبعلم غلام

محمد نے شاہ سید کی سیرت کو موضوعِ تقریر بنایا۔ غلام نبی ثاقب نے بھی فکر انگیز خطاب کیا۔ معروف نوربخشی شاعر احسان علی دانش نے بھی اپنا تازہ کلام سنا کر داد حاصل کی۔ طالبعلم حبیب اللہ اور گلزار حسین نے بھی تازہ کلام پیش کیا۔ محمد امین صابری، غلام مہدی شاہد اور محمد اسلم ساجدی نے منقبت پیش کی۔

مولانا یوسف صاحب نے حضور نبی کریمؐ کے مقام کا بیان فرمایا اور مولانا عارف حسین صاحب نے اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا کہ حضور اکرمؐ جس قدر اپنی امت پر شفقت فرماتے تھے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور جو اُخداوند عالم نے بھی آپ سے فرمایا کہ ولسوف یعطیک فترضیٰ۔ آخر میں کشمیر، فلسطین اور چیچنیا کے مظلوم مسلمانوں کی آزادی کے لئے خصوصی دعاؤں کے ساتھ یہ پروقار تقریب اختتام کو پہنچی۔

فرمان علی ڈیٹری

الحاج فقیر محمد ابراہیم صاحب کو صدمہ :

معروف صوفی بزرگ الحاج فقیر محمد ابراہیم صاحب کی والدہ ماجدہ مختصر علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اہل صوفیہ نوربخشیہ اور عقیدت مندوں کی کثیر تعداد نے فقیر صاحب سے اس المناک سانحے پر اظہارِ تعزیت کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس صدمہ کو برداشت کرنے کے لئے صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اراکین ادارہ نوائے صوفیہ اس غم میں حاجی صاحب کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

ادارہ

سید ناصر حسین موسوی کی تقرری :

تصوف کے ممتاز عالم دین جناب سید ناصر حسین الموسوی کو ڈسٹرکٹ ممبرز کوڈ کمیٹی کا ممبر مقرر کیا ہے۔ صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی کثیر تعداد نے اس موقع پر انہیں مبارکباد دی۔ سید صاحب خانقاہ معلی صوفیہ نوربخشیہ سینو کے میر واعظ ہیں۔

سید مظفر علی حیدری سینو

مبارکباد :

این وائی ایف ہور جس ڈیٹر مقیم کراچی کے نوجوانوں کی جانب سے جناب غلام رسول چاچا اور محمد یوسف کو بالترتیب معاشیات اور جغرافیہ میں ماسٹر ڈگری حاصل کرنے پر مبارکباد پیش ہے۔

سلمان علی سنائی ڈیٹر مقیم کراچی

حاتم ثانی اپو غلام کی وفات :

وادی کندوس لچھت میں صوفیہ نوربخشیہ کی اکثریت ہے یہاں ایک بزرگ غلام علی المعروف اپو غلام اپنی سخاوت اور دریا دلی کے مشہور تھے اور حاتم ثانی کہلاتے تھے۔ ہر راہ گیر کے لئے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ وہ نوائے صوفیہ کے دلدادہ تھے اور اسے مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی راہِ نجات سمجھتے تھے۔ یہ خدا پرست مجاہد ۲۱ اپریل ۲۰۰۰ء کو رحلت کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

عبداللہ لچھت کندوس

تنظیم سلترو سیاچن کراچی کا اجلاس :

۲۳ جولائی ۲۰۰۰ء کو تنظیم سلترو سیاچن کراچی یونٹ کا اجلاس سیاچن ہاؤس کورنگی کراچی میں منعقد ہوا جس میں نئی کابینہ تشکیل دی گئی۔

۱۔ صدر — زاہد علی
۲۔ نائب صدر — غلام رضا
۳۔ جنرل سکریٹری — منظور حسین
۴۔ خزانچی — غلام علی پاپا
۵۔ نائب خزانچی — نثار حسین پینٹر
۶۔ ڈپٹی جنرل سکریٹری — اشرف حسین
۷۔ رابطہ سکریٹری — محمد اکبر

تمام اہلِ سلسلہ کو نئے عہدیداروں کی جانب سے کراچی شہر میں مسافر خانہ لینے پر دلی مبارک باد پیش ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ کارِ خیر جاری رہے۔

زاہد علی صدر تنظیم

ڈاکٹر ایم اے شاہد کو صدمہ :

نوائے صوفیہ کے قلمکار ہومیو ڈاکٹر ایم اے شاہد صاحب کی ہمشیرہ مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئیں۔ ان کی ناگہانی موت سے ایم اے شاہد صاحب اور لواحقین کو انتہائی صدمہ پہنچا ہے۔ ادارہ نوائے صوفیہ شاہد صاحب اور ان کے اہلِ خانہ سے اظہارِ تعزیت کرتا ہے۔

ادارہ

اسلام آباد میں یومِ شاہ سیدؒ :

گزشتہ دنوں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں یوم شاہ سید محمد نور بخشؒ انتہائی عقیدت واحترام سے منایا گیا۔ اس تقریب میں عقیدتمندوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مقررین نے شاہ صاحب کی دینی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے عوام پر زور دیا کہ وہ آپ کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل پیرا

ہوتے ہوئے اتحاد بین المسلمین کے فروغ میں جدو کاوش کریں اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا تن من دھن قربان کر دیں۔

جی ایچ معروفی

تعاون کی اپیل :

بلبل تصوف مولوی محمد علی کوروی مرحوم کی تقاریر جو تصوف وعرفان کے موضوع پر ہیں اسرار و معارف کا خزانہ ہیں۔ ان میں سے بعض تقاریر کو میں نے صفحۂ قرطاس پر اتار کر بذریعۂ نوائے صوفیہ نذر قارئین کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور قارئین کی بڑی تعداد نے انہیں سراہا ہے۔ جملہ اہلِ صوفیہ نوربخشیہ سے گزارش ہے کہ جس کسی کے پاس مولوی صاحب مرحوم کی کسی تقریر کی آڈیو کیسٹ موجود ہو وہ یا مجھے براہ راست ارسال کریں یا اپنے علاقہ میں این وائی ایف کے کسی ممبر کے پاس جمع کروا کر مجھے مطلع کریں تاکہ اسے تحریری شکل دے کر نذر قارئین کیا جاسکے۔

م۔ ش کوروی معرفت
جامعہ شاہ ہمدان سٹلائٹ ٹاؤن سکردو

اظہارِ تشکر :

ضلع گانچھے کے NAPWD کے ملازمین اور دیگر اہلِ صوفیہ نوربخشیہ نے نوائے صوفیہ کی اپیل پر جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون انڈیا کے لئے مبلغ 6160/= روپے چندہ کی رقم بذریعہ اور سیر علی صاحب منی آرڈر کرائی ہے جو ادارہ نوائے صوفیہ کو موصول ہو چکی ہے۔ یہ رقم اور چندہ دہندگان کی فہرست مدرسہ کی انتظامیہ کو ارسال کی جارہی ہے۔ دیگر حضرات جو اس کارِ خیر میں حصہ لینا چاہیں ان

ے گزارش ہے کہ وہ اپنا چندہ جلد از جلد ارسال کریں اور چندہ دہندگان کی فہرست بھی ساتھ منسلک کریں۔ منتظمین مدرسہ چندہ دہندگان کی اس فہرست کو دنیا کے مختلف حصوں میں ارسال کرنے کی خواہشمند ہے۔

(ادارہ)

رپورٹ :

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سکردو کا ایک اجلاس ۲۸ مئی ۲۰۰۰ء کو مسجد شاہ ہمدان سکردو میں منعقد ہوا جس میں تین ماہ کے لئے عبوری کابینہ تشکیل دی گئی۔ جس کے عہدیداران کے نام یہ ہیں۔

غلام محمد، غلام حسین، سیف الحق، ذاکر حسین، عطاء اللہ، محسن علی، محمد الیاس، صا احمد جمال، محمد ایوب، ذوالفقار علی، محمد الیاس، رجب علی اور ابراہیم

شعبہ نشر واشاعت این وائی ایف

پریس ریلیز :

انجمن فلاح و بہبود گلشن کبیر کا ایک ہنگامی اجلاس مرکزی صدر جناب ڈاکٹر محمد علی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں گزشتہ پانچ سال کی کارکردگی پر غور کے علاوہ نئی کابینہ کی تشکیل بھی عمل میں لائی گئی۔ (عہدیداروں کے نام طوالت کے باعث حذف کیے جارہے ہیں۔)

سکریٹری نشر واشاعت

انجمن صوفیہ نوربخشیہ ضلع کرگل کا اجلاس :

مورخہ ۲۱ مارچ ۲۰۰۰ء کو مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ کا ایک اجلاس زیر صدارت سید محمد شاہ الموسوی صاحب صدر مقام ٹھگام میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں تقریباً تین سو (۳۰۰) شرکاء شامل تھے۔ اس میں انجمن کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ شرکاء نے انجمن کی از سر نو تشکیل کے ذریعے دستور العمل کے مطابق ہر عہدیدار کو اپنی اپنی ذمہ داری تفویض کی۔ نو منتخب اراکین کے نام درج ذیل ہیں :

۱۔ سید محمد شاہ موسوی صاحب تھروگس	نگران اعلیٰ
۲۔ سید قاسم شاہ صاحب تھرونگوس	صدر
۳۔ سید محمد باقر شاہ الموسوی تھرونگوس	نائب صدر
۴۔ محمد ابراہیم خان چوکیال	جنرل سکریٹری
۵۔ حبیب اللہ کھربوہ	نائب سکریٹری
۶۔ غلام حسین ٹھگام	ناظم اجلاس
۷۔ محمد علی سوماٹ	ڈپٹی ناظم اجلاس
۸۔ محمد عیسیٰ شمشاہ	سوشل سکریٹری
۹۔ محمد یعقوب شمشاہ	ڈپٹی سوشل سکریٹری
۱۰۔ محمد حسین میر	رابطہ سکریٹری

دوران اجلاس سکریٹری نگران اعلیٰ کی ہدایت پر شرکاء نے آئندہ ہر اجلاس میں انجمن کی کارکردگی کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا۔ نیز تمام سوالات کے جوابات پیش کئے گئے۔

سید محمد شاہ الموسوی نگران اعلیٰ

(اجلاس کی مکمل کارروائی خوف طوالت حذف کی گئی ہے۔)

این وائی ایف ضلع گنگچھے کا شیگر کا دورہ :

بلتستان کا وادی شیگر اپنے فلک بوس پہاڑوں، زرخیز کھیتوں اور باغوں اور معدنی ذخائر کے علاوہ صوفیائے کرام کی عظیم یادگاروں اور تاریخی ورثے کے باعث خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اراکین این وائی ایف نے شیگر کا (باقی صفحہ نمبر ۳۴ پر)

نامۂ سالک

قارئین کے خطوط

لیاقت علی خان

سلسلہ مضمون "تعارف صوفیہ نورِ بخشیہ" کا بقیہ مواد ارسال ہے۔ روحانیات کا موضوع بھی جاری رکھیں۔ جسلبات جلد ارسال کر رہا ہوں۔

انور الکوروی گلگت

تین مہینوں سے غازی صاحب نوائے صوفیہ میں نہیں آرہے ہیں ان کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ ان سے عرض ہے کہ تفکر و تذکر کا سلسلہ مضمون دوبارہ جاری کریں۔ نوائے صوفیہ میں لکھنے والوں کی تعداد بھی کم ہو رہی ہے۔ مادہ پرستی کے باعث لوگ اس قسم کے کاموں میں کم دلچسپی لیتے ہیں۔ ہم نے ایک ایسا مشن شروع کیا ہے جس سے نہ صرف بلتستان و پاکستان بلکہ پوری دنیا میں ہمارا تشخص قائم ہوا ہے۔ نوائے صوفیہ ہی کی وساطت سے اندرون ملک اور بیرون ملک نوربخشی قلمکاروں سے گزارش ہے کہ وہ اس عظیم رسالے کے لئے مضامین اور مقالے ارسال کریں۔ نیز تصوف کے تمام متوالے خواہ ان کا تعلق جس مسلک سے بھی ہو اس رسالے کے لئے لکھیں اور اس کے ساتھ تعاون کریں۔ چند مستقل خریداروں کا چندہ اور ان کے ناموں کی فہرست ارسال ہے۔

محمد سلیم خپلو

ارسال کردہ جنوری کا رسالہ اور ایک خط ملا لیکن جنوری کے بعد کوئی شمارہ نہیں ملا ہے۔ آج کل میری تعیناتی کرگل سے ۳۰ کلو میٹر دور ہے۔ وقت پر ڈاکخانہ نہیں پہنچ سکتا اور لوگ فائدہ اٹھاتے ہوئے رسالہ اٹھا لیتے ہیں۔ آئندہ رسالے میرے اپنے نام بذریعہ رجسٹری ارسال کریں۔ باقی انجمن صوفیہ تھگام کے دفتر میں مارچ کا شمارہ پڑھنا نصیب ہوا جس کے تمام مضامین قابلِ تعریف ہیں۔ تمام سوالوں کے جواب پڑھ کر سکون قلب حاصل ہوا۔ انجمن صوفیہ تھگام کی تشکیل نو کی خبر ارسال کی ہے۔ یہاں پانچ چھ قسم کے کیسٹ ارسال کریں جن کی اشد ضرورت ہے۔

ماسٹر حشمت اللہ دراس کرگل

خط و کتابت منقطع ہوئے بہت دن ہو گئے ہیں تاہم الحمد للہ نوائے صوفیہ برابر موصول ہو رہا ہے۔ مسجد شریف اور تعمیر مدرسہ کی تصویر اور اشتہار شائع کرنے کا شکریہ۔ میں لداخ کے دورہ پر گیا تھا نوبراہ میں سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ آپ لوگوں کی کوشش اور اشتہارات کی وجہ سے سعودی عرب میں مقیم اہل صوفیہ نوربخشیہ کی جانب سے جناب غلام نبی شاہین صاحب کے ذریعے اکتیس ہزار روپے موصول ہوئے ہیں جس کے لئے ہم سعودی عرب میں مقیم اہلِ صوفیہ نوربخشیہ کے بے حد شکر گزار ہیں۔ دنیا کے دیگر حصوں میں مقیم اہل نوربخشیہ سے بھی گزارش ہے کہ وہ مدرسہ ڈیرہ دون کے ہونہار طلباء کی خوراک، پوشاک اور تعلیمی اخراجات کے لئے دستِ تعاون دراز کریں تاکہ ہندوستان میں مذہب حقہ کا مستقبل درخشاں ہو۔ غلام علی حیدری صاحب کو قانون ساز اسمبلی کا ممبر بننے پر دلی

مبارک باد پیش ہے۔

علی حسن ناظم اعلیٰ
مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ
ڈیرہ دون یو۔پی انڈیا

میں ایک ان پڑھ شخص ہوں مگر ماہنامہ نوائے صوفیہ کو پڑھنے کا شوق یوں پورا کرتا ہوں کہ کسی تعلیمیافتہ آدمی کو گھر بلا کر اس سے نوائے صوفیہ سنتا ہوں۔ علامہ صاحب کی دیدار کا مشتاق ہوں۔

حاجی محمد حسین شاہد ہوشے

آپ کی کاوشوں سے نوائے صوفیہ کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ کتابت کی غلطیوں کی نشاندھی کا نوٹس لینے کا شکریہ ہے۔ مضمون قرآن مجید میں اسفل کے بعد سافلین کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نوائے صوفیہ کو مزید ہر دلعزیز بنائے۔

اخوند محمد علی شبیری ہونچی

نوائے صوفیہ کا روز اول سے خریدار ہوں۔ آپ لوگوں کی کوششوں سے یہ رسالہ دن بدن مقبولیت کی جانب گامزن ہے۔ لداخ اور کرگل کے نوربخشی بھائیوں کو سلام۔

شمیم رضا بگتی خپلو

اخوند غلام رسول خپلو ہی کی وساطت سے نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو اس میں کام کرنے والوں کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔ لداخ کے نوربخشی بھائیوں کو سلام۔

محمد حسین عاصی مچلوی

نوائے صوفیہ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے لیکن نئے شمارے میں جو تبدیلی نظر آرہی ہے یعنی جہاد کے موضوع پر نظمیں، وہ افسوس ناک ہے۔

حاجی محمد تقی کراچی

صوفیہ نوربخشیہ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ نوائے صوفیہ پڑھ کر اپنے دل کو تسلی دیتا رہتا ہوں۔ رسالہ جلد ارسال کیا کریں۔

سکندر حیات کندوس لحت

اراکین ندوہ و نوائے صوفیہ کی مساعی کی بدولت اب نوربخشیہ خالصہ سرکار نہیں رہا۔ بلکہ جو لوگ چوری چھپے ادھر ادھر غائب ہوگئے تھے وہ بھی واپس آرہے ہیں۔ نوائے صوفیہ ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔ چند سوالات پیش خدمت ہیں۔

محمد طالب بلغار

چند سوالوں نے ناچیز کے ذہن کو پریشان کر رکھا ہے ان کے جوابات ارسال فرمائیں۔ رسالہ میں نہ چھپنے کی صورت میں بذریعہ ڈاک جوابات ارسال فرمائیں۔

احمد شاہین کشوباغ سکردو

نوائے صوفیہ کا دلدادہ ہوں۔ الحمدللہ یہ جریدہ اب دنیائے تصوف میں ایک منفرد مقام حاصل کر گیا ہے۔ یہ تمام شہرت علامہ محمد بشیر صاحب، ڈاکٹر غازی صاحب اور غلام حسین معروفی صاحب کی انتھک محنت کا ثمر ہے۔ اس رسالے کے تمام مضامین قابل تعریف ہیں خاص کر علامہ صاحب کے فقہی مسائل، ڈاکٹر غازی صاحب کا تذکرو تفکر، غلام حسن حسنو صاحب کا احوال بزرگان دین ناقابل فراموش سلسلے ہیں۔ نوائے صوفیہ میں مضامین تصوف کو مزید جگہ دیں تو مہربانی ہوگی۔

محمد ریاض ابراہیمی کوروی

تعزیتی اجلاس کی کارروائی کو نوائے صوفیہ میں جگہ دینے کا شکریہ۔ اسلامی معلومات کے بارے میں چند کلمات ارسال کر رہا ہوں۔ مناسب سمجھیں تو رسالے میں جگہ دیں۔

محمد حسین قادری ایم اے ایل ایل بی کراچی

آپ کی جانب سے اپریل ۲۰۰۰ء کا رسالہ موصول ہوا۔ انجمن صوفیہ کرگل کے اجلاس کی کارروائی ارسال ہے۔ انجمن صوفیہ ویلفیر آرگنائزر کمیٹی نوبراہ کے زیر اہتمام بھی ایک اجلاس بمقام ڈسکٹ منعقد ہوا۔ مولانا شکور علی انور کو آئینہ اسلامی کا ہدیہ ارسال کروں گا۔ ان سے اور دولت علی تھلوی صاحب سے گزارش ہے کہ تحفہ قاسمی اور کتاب نوربخشیہ کی کاپیاں بھی ارسال کریں۔

ماسٹر حشمت اللہ کرگل

ایک وقت تھا کہ ہم خود کو نوربخشی کہلواتے ہوئے جھجکتے تھے اب اللہ کے فضل سے وہ دور غلامی ختم ہوا اور ہم "نوربخش" کے پیرو ہونے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہم نوائے صوفیہ کے محسن کارکنوں کے اس احسان کو فراموش نہیں کرسکتے۔ اس رسالے کی وجہ سے نوربخشی دنیا میں انقلاب بپا ہوا ہے اور نوربخشیوں میں الفت و محبت بڑھی ہے ورنہ ہم تو سمجھتے تھے کہ سوائے بلتستان کے نوربخشی کہیں بھی نہیں۔ نوربخشیوں میں جب ہر طرف مایوسی کا اندھیرا چھایا ہوا تھا تو نوائے صوفیہ ایک سورج کی طرح چمکا۔

فرمان علی حسینی شیگری سکردو

پچھلے خط کا جواب اپریل میں شائع ہوا۔ میرا ایک شعر اور ایک تصویر مہربانی فرماکر نوائے صوفیہ میں شائع کریں۔

ممتاز علی گلاب پور

نوائے صوفیہ ہمارے دلوں کی دھڑکن اور امیدوں کا چراغ ہے۔ اس خوبصورت اور ہردلعزیز رسالے کے انتظار میں مہینوں کا گزرنے کا احساس تک نہیں ہوتا لیکن افسوس ہے کہ میرے نام کئی مہینوں سے رسالے کی ترسیل بند ہے۔ حالانکہ سالانہ چندہ بھی بھیجا ہے۔

غلام حسن شیگری چلاس

(جواب: مکرمی غلام حسن صاحب رسالے کی ترسیل باقاعدگی سے جاری ہے۔ نہ ملنے کی وجوہات کا مقامی ڈاکخانہ سے پتہ فرمائیں۔)

نوائے صوفیہ نہ ملنے کی وجہ سے بندہ ناچیز بڑی بے چینی سے وقت گزار رہا ہوں۔ میرا ایڈریس ایک بار پھر نوٹ کریں اور نوائے صوفیہ ضرور ارسال کریں۔ جناب غازی صاحب اور علامہ صاحب کی جدوجہد سے نوائے صوفیہ دنیا کے گوشے گوشے میں مشہور ہوا ہے۔

اعجاز حسین بلغاری

احوال صوفیاء سلسلۃ الذہب کے ضمن میں احوال شاہ قاسم فیض بخش پڑھے جس میں حقیقت کو روز روشن کی طرح عیاں کیا گیا ہے اس عمیق تحقیق کا حق صرف مولانا غلام حسن ہی ادا کرسکتے تھے۔

م۔ ش کوروی

سال ۱۹۹۹ء کا چندہ مجبوریوں کے باعث تاخیر سے ارسال کرنے کی پاداش میں رسالے کی ترسیل بند ہونے اور نوٹس جاری ہونے کا سخت افسوس اور دکھ ہے۔ خط شائع ہوا تھا مگر رقم ملنے کی اطلاع نہ تھی جبکہ میں اس سال ۲۲ جون ۲۰۰۰ء کو ۱۵۰ روپے منی آرڈر کرچکا ہوں۔ یہ رسالہ ہمارے دل کی دھڑکن ہے اس کی ترسیل دوبارہ شروع کریں۔

سپاہی احمد علی راہوی

(جواب: آپ کی شکایت شعبۂ ترسیل کے علم میں لائی گئی ہے۔)

نوائے صوفیہ کو خط لکھنے کا ارمان دیر میں پورا ہوا۔ رسالے کا چندہ ارسال ہے میرے نام رسالہ جاری فرمائیں۔

سپاہی غلام محمد کندوس لُجھت

جناب والا۔ آپ لوگ جو بھی کام نشرو اشاعت کا کریں وہ باہمی اتفاق اور رضامندی سے کریں۔ حال ہی میں معاہدہ بُلغار پر دستخط ہوئے لیکن بد قسمتی سے کچھ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ قبلہ پیر صاحب کو اجازت یافتہ پیر تسلیم کرنے والوں کو پیر کے ہر حکم پر عمل کرنا چاہئے۔

حاجی حمید علی نور بخشی سلطنت عمان مسقط

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل اسلام آباد کے شمارہ نمبر ۵۸ جون ۲۰۰۰ء کے صفحہ نمبر ۲۶ پر کیڈٹ محمود علی کے ذکر میں حوالدار غلام محمد کے بجائے حوالدار غلام مہدی کوروی چھپا ہے اس کی تصحیح کی جائے۔ کیڈٹ ذاکر حسین تھلوی نے بھی آرمی پبلک سکول حیات شہید گلگت میں دوسری پوزیشن لینے کے بعد ملٹری کالج جہلم میں داخلہ حاصل کیا ہے۔ کیڈٹ ذاکر حسین تھلوی اور کیڈٹ محمود علی بلتستانی دونوں نوائے صوفیہ کے شیدائی ہیں۔

حوالدار غلام محمد گلگت

نوائے صوفیہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ خاص کر ڈیرہ دون کے مدرسے کے افتتاح کی خبر سے بہت مسرت ہوئی۔ ہندوستان کے نوربخشیوں کو مبارک باد پیش ہے۔ آج کل ہر چھوٹے بڑے نوربخشی کے ہاتھ میں نوائے صوفیہ نظر آتا ہے۔ میں نے اپنا چندہ علامہ صاحب کے حوالے کیا تھا۔

صوبیدار غلام محمد تھگسوی

ملت نوربخشیہ کو شعور و آگاہی کی منزل تک لانے میں نوائے صوفیہ کا اہم کردار ہے۔ انشاء اللہ ضرورت پڑی تو ہم اس رسالے کے لئے ہر قسم کی قربانی دیں گے۔

ہادی علی تمنا گلاب پوری سکردو

رسالہ نوائے صوفیہ کا رسید بک ملا ہے۔ انشاء اللہ ابتدائی چندہ کی رقم اور خریداروں کی فہرست ارسال کروں گا۔ نئے خریداروں کا نام اور پتہ رسالے میں شائع کریں۔ انشاء اللہ مزید لوگوں کو بھی خریدار بنا کر چندہ ارسال کروں گا۔

غلام محمد نمائندہ نوائے صوفیہ چھوربٹ

نوائے صوفیہ کا چندہ ارسال کرنے میں تاخیر ہوئی ہے معاف فرمائیں۔ میرے والد صاحب رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے تھے۔ اس سلسلے میں اظہار تعزیت کرنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

صوفی روزی علی کندوس لُجھت

بقیہ : این وائی ایف گانچھے کا دورۂ شیگر

مطالعاتی دورہ کیا۔ قبلہ سید نواز حسین صاحب کو اس دورے کی پیشگی اطلاع دی گئی تھی۔ مشہور نوجوان شاعر احسان علی دانش اور مولانا مفتی علی محمد ہادی صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ صدر کاروان ہیگو غلام مہدی صاحب صدر این وائی ایف گنگچھے نے کاروان کا مختصر تعارف کروایا۔ چائے کے بعد خانقاہ معلی گلاب پور میں نماز عشاء باجماعت ادا کی گئی۔ کھانے کے بعد ایک نشست ہوئی جس میں باہمی گفت و شنید ہوئی اور این وائی ایف کا مرکزی سکریٹریٹ سکردو میں قائم کرنے کی تجویز پیش ہوئی۔ اگلے روز صبح کی نماز اور اوراد کے بعد کارواں چھوترون روانہ ہوا۔ ریسٹ ہاؤس میں مختصر قیام کے بعد الچوڑی پہنچے۔ دوپہر کا کھانا انجینیر محمد امین صاحب کے ہاں کھانے کے بعد ایک تقریب ہوئی جس میں اخوند کاشف نے اپنے وہ اشعار پیش کیے جن میں معاہدۂ بلغار پر عمل درآمد پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اہل قافلہ نے میر سید علی ہمدانیؒ کی تعمیر کردہ خانقاہ معلی اور میر یحییٰؒ کے مرقد منور پر حاضری دی۔ زائرین نے میر سید علی ہمدانیؒ (باقی صفحہ نمبر ۲۰ پر)

منقبت

علی احمد قمر سلطورو گوٹھا

ن پیغمبر ہے ، دستِ قوتِ یزداں علی
کفر پر لرزہ ہے جس سے وہ شہِ مرداں علی

نقطۂ آغازِ علم و منبعِ عرفاں علی
بعدِ توحید و رسالت حصۂ ایماں علی

تیرگی کو جہل کی جس نے منور کر دیا
حالۂ ارض و سما میں اک مہِ تاباں علی

جبر کی ظلمت میں صبر و استقامت کا سفیر
کفر کی سفاکیوں میں عدل کا امکاں علی

لٹا کر بھی رہا جو کامیاب و کامراں
گیا ہے عالمِ اسلام پر احساں علی

بسترِ پیغمبرِ اسلام کا وارث بنا
مصطفیٰؐ کے در کا اس ناطے سے ہے درباں علی

کو حاصل ہو سکا مولودِ کعبہ کا مقام
میزباں ہیں خود خدائے پاک اور مہماں علی

بازوئے حیدر ہے ظلمت کے لئے خیبر شکن
ظلم کی یلغار میں ہے فتح کا اعلاں علی

ایک نقطے میں ہیں یک جا انتہائیں فکر کی
علم کا دریا ہے لیکن فقر کا عنواں علی

سونپ کر کرب و بلا کی خاک کو اہل و عیال
ہو گئے خود دین کی ناموس پر قرباں علی